ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۷ ستمبر ۱۹۶۲ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے



عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتٰی وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ قَالَ وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔

(رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن)

ترجمہ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ صحابہؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ کو نبوت کب ملی۔ فرمایا اس وقت جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی روح وجسم کے درمیان تھے۔ یعنی ان میں روح نہیں پھونکی گئی تھی۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور حسن کہا ہے۔

شرح حافظ سخاوی کہتے ہیں کہ اس حدیث کے مشہور الفاظ "کُنْتُ نبیا وادم بین الماء والطین" ہمیں کسی حدیث کی کتاب میں نہیں مل سکے۔ حافظ سیوطیؒ نے ان کا صاف طور پر انکار کر دیا ہے البتہ اس کا مضمون قابل تسلیم سمجھا ہے۔ خفاجی شرح شفا میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے دو تین باتیں ثابت ہوتی ہیں (۱) آپ کا عالم ارواح میں نبوّت سے حقیقۃً سرفراز ہونا۔ (۲) جس طرح صفت وجود میں آپ کی ذات سب سے مقدم تھی اسی طرح صفت نبوّت میں بھی آپ کا سب سے مقدم ہونا اس مضمون کی پوری توضیح کے لیے اس تفصیل کا نقل کرنا ضروری ہے جو حافظ تقی الدین سبکی نے آیت میثاق کی تفسیر میں لکھی ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ (آل عمران)

ترجمہ اور وہ وقت یاد دلایئے جبکہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا تھا کہ ہم جو تمھیں کتاب و حکمت دیں پھر خدا کا کوئی رسول تمھارے پاس آئے اور جو کتاب تمھارے ساتھ ہو اس کی تصدیق کرے تو (دیکھو) ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔ حافظ موصوف نے اس آیت کی شرح میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ اور اس کا نام التعظیم والمنۃ فی معنی قولہ لتؤمنن به ولتنصرنه) رکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ازل میں انبیاء علیہم السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اسی نمونہ کا عہد لیا گیا تھا جیسا کہ امتوں سے نبیوں کے لیے یا رعایا سے خلفا کے لیے اطاعت و نصرت کا عہد لیا جاتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے درمیان آپ کا منصب عالی وہ تھا جو امتوں میں انبیاء علیہم السلام کا منصب ہوتا ہے، اس لیے اور انبیاء تو صرف نبی ہیں اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبیا ہیں۔ یہ حقیقت اگرچہ عالم اجسام میں صاف طور پر عیاں نہیں ہو سکی مگر عالم ارواح اور اس عالم سے ماوراء عالم میں جہاں بھی دیگر انبیا علیہم السلام کے ساتھ آپ کا اجتماع ہو گیا ہے ظاہر ہو گئی ہے۔ پہلی بار یہ اجتماع شبِ معراج میں ہوا تھا جبکہ نماز کے لیے امام کی تلاش ہو رہی تھی، اس وقت تمام انبیا علیہم السلام کی صفوں میں امامت کی مستحق آپ ہی کی ذات گرامی ٹھہری۔ گویا امت میں امامت کا جو حق کہ نبی کا ہوتا ہے وہی حق انبیا علیہم السلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرار پایا۔ دوسرا اجتماع محشر میں ہوگا وہاں بھی سب انبیا آپ ہی کے زیر لواء اور آپ ہی کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے جیسا کہ ہر امت اپنے اپنے نبی کے جھنڈے کے نیچے ہوگی۔ تیسری بار شفاعت کا مرحلہ ہے یہاں بھی سب کی خطیب و امام آپ ہی کی ذات مبارک ہوگی بالفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ جو منصب نبوت آپ کو اس امت کے لیے حاصل ہے وہی منصب آپ کو بلحاظ انبیا بھی حاصل ہے۔ البتہ اس کا ظہور ان کے ساتھ اجتماع پر موقوف ہے عالم تاریخ میں یہ اجتماع کل تین جگہ ثابت ہوتا ہے اور تینوں جگہ آپ کا یہ منصب عالی ظاہر ہوا ہے۔ مگر اس عالم میں بھی انبیا علیہم السلام کا آپ کے ساتھ اجتماع

پر موقوف ہے۔ عالم کی تاریخ میں یہ اجتماع کل تین جگہ ثابت ہوتا ہے۔ اور تینوں جگہ آپ کا یہ منصب عالی ظاہر ہوا ہے مگر اس عالم میں بھی انبیاء علیہم السلام کا آپ کے ساتھ اجتماع ہو جاتا تو یہ حقیقت یہاں بھی آشکارا ہو جاتی۔ چنانچہ آخر زمانہ میں جب عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو ان کا تعلق آپ کی شریعت کے ساتھ وہی ہوگا جو تمام امت کا ہے۔ اور اسی لیے اس اتباع سے ان کی نبوت میں کوئی ادنیٰ شائبہ نقصان بھی لازم نہ آئے گا۔ اسی طرح اگر آپ گذشتہ انبیا کے زمانہ میں تشریف لے آتے تو وہ بھی اپنی اپنی رسالت پر باقی رہتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہی فرماتے اور اس اتباع کی وجہ سے ان کی رسالت میں بھی کوئی نقص لازم نہ آتا۔

رہا مختلف شریعتوں کا معاملہ تو جس طرح مختلف نبوتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ماتحت ہیں۔ اسی طرح مختلف شریعتیں ہیں۔ پس یہود و نصاریٰ کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت تورات و انجیل تھی اور امت محمدیہ کے لحاظ سے آپ کی شریعت قرآن شریف ہے اگر زمانوں اور اشخاص کے اعتبار سے احکام مختلف ہو جائیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے مذکورہ بالا تحقیق سے دو حدیثوں کی مراد روشن ہو گئی (۱) بعثت الی الناس کافۃ میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ عام طور پر عموم بعثت کے معنی صرف یہ سمجھے جاتے تھے کہ آپ قیامت تک سب انسانوں کے لیے رسول ہیں۔ لیکن اس تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ آپ کی نبوت کا تعلق صرف مستقبل سے نہیں بلکہ ماضی و مستقبل دونوں سے ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک سب رسول آپ کی نبوّت کے ماتحت ہیں اگرچہ ماتحتی کی نوعیت بدلی ہوئی ہو۔

شرح کا بقایا حصہ آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدام الدین

ہفت روزہ — لاہور

جلد ۸ ۷ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ مطابق ۷ ~~اگست~~ ۱۹۶۲ء

۷ ستمبر

شرح چندہ

پاکستان

و

ہندوستان

سالانہ —— گیارہ روپے

ششماہی —— چھ روپے

سہ ماہی —— تین روپے

—— فی پرچہ ——

—— (۲۵) پچیس پیسے ——

سعودی عرب ○ کویت ○ ایران ○ افریقہ ○ ملایا ○ ہانگ کانگ ○ انگلینڈ

—— سالانہ ——

عام ڈاک سے —— ۱۸٫۷۵ روپے

ہوائی ڈاک سے —— ۵۴٫۰۰ ؍

امریکہ

عام ڈاک سے —— ۴۳ روپے

ہوائی ڈاک سے ۸۳٫۸۰ ؍

چھ ماہ سے کم مدت کے لیے پرچہ جاری نہیں کیا جائے گا

الجزائر کی تازہ صورتِ حال

اہلِ اسلام سے عموماً اور برادرانِ مشرب و طریقت سے خصوصاً درخواست ہے کہ وہ آج کل فرض نمازوں کے وقت اور جب بھی موقع ملے اللہ تعالیٰ سے نہایت عجز و الحاح سے دعائیں مانگیں کہ وہ الجزائری عربوں پر رحم فرمائے اور ان کے اختلافات و مشاجرات کو دُور فرما کر انھیں ایک متحدہ حکومت قائم کرنے کی توفیق بخشے وہاں ساڑھے سات سال کی عظیم قربانیوں کے بعد تقریباً ایک کروڑ مسلمان عروسِ آزادی سے ہمکنار ہوئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کے دلوں میں اس آزادی کی بڑی قدر و قیمت ہے اور موجودہ اختلافات اور ایک قسم کی طوائف الملوکی کے باوجود خطرناک خانہ جنگی کی نوبت نہیں آئی وہاں مرکزی حکومت پر قبضہ کرنے کے لیے دو مرکزی شخصیتیں کوشاں تھیں بن بالّلہ اور بن خدہ، مؤخر الذکر نے حکومت بنائی مگر بن بالّلہ نے قاہرہ سے واپس آ کر اپنی طاقت جمع کر لی اور ایک سیاسی بیورو کا اعلان کر دیا جو الجزائر کا نظم و نسق سنبھالے اور ساتھ ہی عام انتخابات کا اعلان بھی کر دیا، اس مرحلہ پر بن خدہ بغیر مزاحمت کے سامنے سے ہٹ گیا۔ مگر ولایت چہارم کی دس ہزار فوج نے بن بالّلہ کی عدم موجودگی میں جب کہ وہ مغربی الجزائر کے دورے پر تھے بغاوت کر دی اور الجزیرہ کے مرکزی مقام اور ریڈیو سٹیشن پر قبضہ کر لیا چنانچہ خطرات کے پیشِ نظر سیاسی بیورو کے ارکان شہر الجزیرہ سے باہر چلے گئے، بن بالّلہ کی واپسی پر ان کی حامی فوج جس کی تعداد چالیس ہزار ہے الجزیرہ کی طرف پیش قدمی کر رہی ہے اور حملے کے لیے سیاسی بیورو اور بن بالّلہ کے حکم کی منتظر ہے۔ دوسری طرف مخالف فوج نے اعلان کیا ہے کہ ہم جنگ میں پہل نہیں کریں گے۔

پہلے قاہرہ کی خبر تھی کہ بن بالّلہ کی حامی فوج الجزیرہ کے دروازے پر کھڑی حکم کا انتظار کر رہی ہے لیکن آخری اطلاعات یہ ہیں کہ وہ الجزیرہ میں داخل ہو چکی ہے اور ولایۂ چہارم اور ولایہ سوم کی فوجوں نے کوئی مزاحمت نہیں کی، یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ فریقین کے درمیان صلح کی خفیہ بات چیت جاری ہے اور بظاہر یہ اسی صورتِ حال کا نتیجہ ہے کہ بن بالّلہ کی افواج الجزیرہ میں داخل ہو گئیں اور ان کا مقابلہ نہیں ہوا۔ مزید براں ولایۂ پنجم کی بکتر بند اور جدید اسلحہ سے لیس افواج بھی بن بالّلہ کی حامی ہیں۔ اس کے علاوہ جنگ ٹلنے کی ایک اور واضح وجہ یہ بھی ہے کہ الجزائری عوام ان اختلافات سے تنگ آ چکے ہیں۔ وہ مظاہرے اور مطالبے کر رہے ہیں کہ لڑائی بند ہو اور ملک میں مستحکم حکومت کا قیام عمل میں آئے اور ایک مقام پر تو اس مقصد کے پیشِ نظر شہر کے عوام نے انتہائی ایثار کا ثبوت دیا، وہ دونوں فوجوں کے درمیان حائل ہو گئے اور انہوں نے سڑکوں پر لیٹ کر دونوں فوجوں کے درمیان کشت و خون کو روک دیا اور یہاں تک اعلان کر دیا کہ متحارب فوجیں ہماری لاشوں سے گزر کر ہی ایک دوسرے پر حملہ آور ہو سکتی ہیں۔ اس طرح وہ جنگ روکنے میں کامیاب ہو گئے اور نتیجۃً دونوں فوجوں کے بعض عناصر نے باہم اختلافات کو رفع کرنے کے لیے ایک ساتھ کھانا کھایا اگرچہ عوام کی یہ مساعیٔ مشکور حوصلہ افزا ہیں لیکن خدا نخواستہ اگر خانہ جنگی شروع ہو گئی تو کانگو کی سی صورتِ حال کا پیدا ہونا یقینی ہے۔ ملک کی حالت پہلے ہی ناگفتہ بہ ہے اور جنگ کی آندھیاں نہ صرف اس میں مزید اضافے کا باعث بنیں گی بلکہ ملک کی مکمل تباہی و بربادی پر منتج ہونگی۔

بہر حال اس وقت دعا کی اشد ضرورت ہے اور ہم دور افتادہ مسلمانوں کے بس میں اس کے سوا اور چارۂ کار بھی کیا ہے؟ اللہ جلِ شانہٗ، ان کی امداد فرمائے ان کی مظلومیت پر رحم کرے ان کے عزم و استقلال اور جذبۂ ایثار و قربانی کی قدر کرتے ہوئے ان میں اتحاد و اتفاق کی روح پھونک دے اور انھیں توفیق بخشے کہ وہ ایسی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں جو تمام افریقہ میں اسلامی سطوت کی یاد تازہ کر دے۔ آمین!

تاریخِ وفات

قطبِ ملت شیخ العصر سیدی و مولائی

شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ

آہ قطب الارشاد گزشت

۱۳۸۲ھ

نتیجۂ فکر

سید انور حسین صاحب نفیس رقم۔ لاہور

مجلس ذکر منعقدہ ۲۸ر ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۳۰ر اگست ۱۹۶۲ء عیسوی

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالے نے مندرجہ ذیل تقریر مجلس ذکر کے بعد ارشاد فرمائی

جذبۂ اخوّت و رواداری

معزز حضرات!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک ہے:

انما المومنون اخوۃ:۔

مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ پاکستان میں بسنے والے مسلمان ہوں یا چین میں رہنے والے۔ جاپانی ہوں یا افغانستانی مشرق میں جنم لینے والے ہوں یا مغرب میں شب و روز گزارنے والے کائنات میں جہاں کہیں بستے ہوں وہ تمام آپس میں شیر و شکر اور ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔

ساری دنیا کے انسانیت کا سلسلہ سیدنا آدم علیہ السلام سے چلتا ہے۔ جد امجد سب کے وہی ہیں۔ تمام بنی نوع انسان ایک ہی فرد واحد کی اولاد ہیں۔ چنانچہ ان میں باہمی محبت و پیار اور ایک دوسرے کے مسائل سے دلچسپی ضرور ہونی چاہیئے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

تمام مسلمان ایک جسم واحد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر ایک عضو کو تکلیف ہو تو دوسرے اعضا کو ضرور اس کی تکلیف محسوس کرنا چاہیئے۔ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ دوسرے مسلمان کے کام آئے۔ اس کے دکھ درد میں شریک ہو خوشی غمی میں ہاتھ بٹائے۔ یتیموں کی پرورش کرے۔ بیواؤں کا خیال رکھے ان کی امداد کرے۔ پریشان حال مسلمانوں کی دیکھ بھال میں فخر محسوس کرے۔ بیماروں کی عیادت کو جائے۔ ضرورت مندوں کی ضرورت اگر پوری کر سکے تو کرے ہمدردی و محبت کا پیکر بنے۔ اور خدا کی زمین کو جنت نظیر بنانے میں ہمہ تن مصروف رہے۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد
کسے را با کسے کارے نباشد

کسی مظلوم شخص یا یتیم پر اس زمین میں رحم کرنے والوں پر یقیناً آسمانوں والا رحم کرے گا۔ اسلام نے ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں سے ہی نہیں تمام نوع انسانی سے محبت و شفقت کی تعلیم دی ہے۔ حتّے اکہ جانوروں تک پر رحم کرنے کا سبق دیا گیا ہے۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے آپ نے ایک بھنگی یا چمار کو چائے پیش کی وہ ہچکچایا۔ اس نے عرض کیا حضرت کل برتن لاؤں گا تو چائے لے لوں گا۔ میرے پاس برتن نہیں ہے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ "ہم تم سب انسان ہیں۔ انسانیت ہم دونوں میں قدرِ مشترک ہے۔ اسی برتن میں چائے پیو۔ ہمیں یہی تعلیم اسلام اور پیغمبر اسلام فداہ ابی و امی) نے دی ہے۔ کہ آدمی مٹی سے بنا ہے کسی کالے کو گورے پر اور گورے کو کسی کالے پر کوئی فوقیت نہیں۔ کسی شخص کا پیشہ اس کے لیے باعث فضیلت نہیں۔ باعث فضیلت فقط تقوی ہے نیکی ہے۔ پرہیزگاری ہے۔ خدا کا خوف ہے۔ اعمالِ صالحہ ہیں"

چنانچہ یہود و نصارا کو حضرت ساتھ بٹھلا کر روٹی کھلاتے ہم نے محدث دیوبند ولیٔ کامل عارف باللہ شیخ المشائخ میاں سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے وہ مادر زاد ولی تھے۔ اور مشہور ہے کہ ان کے خاندان میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی ولی ضرور ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنے ملنے والے ہندوؤں اور سکھوں تک کے لیے رہنے کا انتظام کیا ہوا تھا کیونکہ وہ سب میں یکساں مقبول تھے۔ دور دور سے لوگ ان کے پاس دعا کرانے اور تعویز لینے آتے تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عبادت کے لیے ایک علیحدہ کمرہ بنوا رکھا تھا۔ اس کی پیشانی پر عبادت خانہ لکھوا رکھا تھا۔ مجھے ایک مرتبہ فرمانے لگے "صاحبزادے۔ پتہ ہے یہ عبادت خانہ کیوں لکھوایا گیا ہے۔ مسجد کیوں تحریر نہیں کرایا گیا" میں نے عرض کیا "حضرت! آپ ہی فرما دیجیے" فرمانے لگے! "صاحبزادے اگر مسجد لکھوا دیتے تو غیر مسلم جو ہمارے پاس آتے ہیں وہ اپنی عبادات کہاں ادا کرتے ــــ ان کی آسانی کے خیال سے اس جگہ کو عبادت خانہ قرار دے دیا گیا ہے کہ وہ بھی اپنی عبادات بخیر و خوبی انجام دے سکیں اور انھیں کسی دقت کا سامنا نہ ہو"

محترم حضرات! یہ اہل اللہ کا حال ہے کہ غیر مسلموں تک کا خیال رکھتے ہیں۔ کہ انھیں کوئی مشکل عبادات کے سلسلے میں پیش نہ آئے۔ یہ بات بھی شاید آپ کے لیے نئی ہو کہ میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑے ولی اللہ گزرے ہیں۔ انہوں نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ دیوبند میں چار نور ہیں جن کی روشنی میں دنیا چلتی ہے۔ ان میں سے ایک حضرت میاں سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ انھیں میاں صاحب کے متعلق یہ بات سارے دیوبند والوں کو معلوم ہے کہ آپ نے ہندوؤں اور غیر مسلموں تک کے غرباء و مساکین کے لیے وظیفے مقرر کر رکھے تھے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی حال تھا کہ غیر مسلموں کو بھی اپنے دستر خوان پر روٹی میں شریک کرتے۔

بزرگانِ محترم! یہ ہمارے اکابر اہل اللہ اور اولیائے کرام کا ہی صدقہ ہے کہ ہندوستان میں اسلام پھیلا۔ انہیں کے حسن سلوک نے لوگوں کے دل گرویدہ کیئے۔ اور اسلام کا سکہ غیر مسلموں کے قلوب پر بٹھا دیا۔ حضرت کلیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت معین الدین اجمیری قدس سرہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ اور نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے دم قدم سے نور اسلام کی قندیلیں ظلمت کدۂ ہند میں روشن ہوئیں۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ علیہ کے خاندان نے تعلیمات اسلامیہ کا پھریرا سرزمین ہند میں لہرایا اور اکابر دیوبند نے دین حق کی عظمت میں چار چاند لگائے۔ اللہ تعالے ان تمام اکابر کی قبروں کو نور سے بھرے جن کے صدقے اللہ کے دین کی دولت ہم تک پہنچی۔ لیکن آج ہمیں اپنے دامنوں کو ٹٹولنا ہے۔ اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر اپنی صورت دیکھنا ہے۔

اگر اسلاف کے ہاں سر تا سر شفقت و محبت جھلکتی تھی۔ حسنِ سلوک، رواداری اخلاص، اور ہمدردی کا جذبہ موجزن تھا۔ تو ہمارے ہاں نفرت و عداوت، بداخلاقی و بدکرداری کی تخم ریزی شباب پر ہے۔ حسد، بغض اور کینہ عام ہے۔ اور حیرت تو اس بات پر ہوتی ہے کہ جو لوگ اہل اللہ کے دامن سے وابستہ ہیں اد

بقیہ برصفحہ ۱۶

از حضرت مولانا عبید اللہ انور

خطبۂ صدارت

جلسۂ یادگار امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

منعقدہ ۳۰ اگست ۱۹۶۲ء

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ چونکہ مجلس ذکر کے باعث وقت مقررہ پر اجلاس میں شریک نہ ہو سکے اور جلسہ کی آخری تقریر جو ضیغم اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی مدظلہ نے ارشاد فرمائی ۱½ بجے شب تک جاری رہی اس لئے آپ نے یہ خطبہ زیادہ وقت ہو جانے کے باعث نہ پڑھا اور دوسرے دن خطبۂ جمعہ کی جگہ من وعن پڑھ کر سنا دیا۔ (مناظر حسین نظرؔ)۔

—• الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی •—

بزرگان محترم! آج عہد حاضر کے اس مرد جلیل کی یاد میں ہم اکٹھے ہوئے ہیں۔ اس مرد پاکباز کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں جس کی درویشی و فقیری بوئے اسد اللّٰہی سے معطر تھی، خوئے سلمانی و بوذری جس پر ناز کرتی تھی غیرت شبیری جس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور خاتم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عشق جس کا اوڑھنا بچھونا تھا۔

یاد رکھیئے جہاں تک سیدی و مولائی حضرت امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد کا تعلق ہے میرا وجدان یہ کہتا ہے کہ جب تک عشق رسول کی روح موجود ہے۔ کتاب و سنت کی عزت پر کٹ مرنے والے حیات ہیں، صحابہ کی عظمت کا نقش باقی ہے اور مسلمانوں کی رگوں میں اسلامی غیرت و حمیت کا خون دوڑ رہا ہے بخاری کبھی نہیں مر سکتا، وہ زندہ رہے گا، زندۂ جاوید رہے گا۔

وہ اگرچہ نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے اس کی صورت اگرچہ آنکھوں کے سامنے نہیں لیکن اس کے زمزمے آج بھی کانوں میں گونج گونج کر محبت رسول اور عشق خداوندی کے سرمدی کیف سے قلب و روح کو تڑپانے میں مصروف ہیں —— یہ احرار پارک کی فضا اور دہلی دروازے کے درو دیوار آج بھی اس کی داستان عشق رسول کے ورق الٹ رہے ہیں، یہ کوتوالی کے سامنے شہیدان ختم نبوت کے خون میں نہائے ہوئے ذرات آج بھی بخاری کی یاد میں تڑپ رہے ہیں، وہ منتظر ہیں کہ بخاریؒ کے نام لیوا خدا کا نام لے کر اٹھیں اور محمد مصطفےٰ کے عشق سرمدی کا پھریرا فضائے آسمانی میں لہرا دیں۔ سامنے وطن بلڈنگ اور احاطۂ عبد الرحیم کے درودیوار چشم تصور کو ۱۹۲۷ء کے ہنگامہ خیز دور کی طرف متوجہ کر رہے ہیں اور ماضی کی یادیں بادلوں کی طرح اُمڈ اُمڈ کر دل و دماغ پر چھا رہی ہیں —— لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس دلیپ سنگھ نے مہاشہ "راج پال" ناشر "رنگیلا رسول" کو قانون کے اصطلاحی سقم پر رہا کر دیا ہے مسلمانوں میں ہیجان برپا ہے —— ناموس رسالت کے پروانے ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہے ہیں —— مسٹر اوگلوی نے دفعہ ۱۴۴ لگا کر مسلمانوں کی عزت کا امتحان لینا چاہا ہے۔ مدینے والے کی ختم المرسلینی کا پاسبان اپنے نانا کی عزت پر کٹ مرنے کا تہیہ کر کے میدان عمل میں آ چکا ہے۔ بخاریؒ کا عشق شباب پر ہے اور وہ شہادت کے راستہ میں سر ہتھیلی پر رکھ کر باطل کو للکار رہا ہے۔ مولانا احمد سعید اور مفتی اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہ اسٹیج پر موجود ہیں احاطے کے دروازے پر پولیس کے مسلح دستے پہرہ دے رہے ہیں لیکن جذبۂ شوق شہادت سے سرشار، دین خداوندی کی تلوار بھی حرکت میں ہے —— وہ دیکھئے اسلام کی زبان بول رہی ہے۔

"آج آپ لوگ جناب فخر رسل محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے عزت و ناموس کو برقرار رکھنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ آج جنس انسان کو عزت بخشنے والے کی عزت خطرے میں ہے آج اس جلیل القدر ہستی کا ناموس معرض خطر میں ہے جس کی دی ہوئی عزت پر تمام موجودات کو ناز ہے آج مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید دہلوی کے دروازے پر اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ آئیں اور فرمایا۔ ہم تمہاری مائیں ہیں کیا تمہیں معلوم نہیں؟ کہ کفار نے ہمیں گالیاں دی ہیں ارے دیکھو! ام المومنین دروازے پر تو نہیں کھڑی ہیں؟ تمہاری محبت کا تو یہ عالم ہے کہ عام حالتوں میں کٹ مرتے ہو لیکن کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آج گنبد خضرا میں رسول اللہ تڑپ رہے ہیں۔ خدیجہ و عائشہؓ پریشان ہیں بتاؤ تمہارے دلوں میں اُمہات المومنین کے لئے کوئی جگہ ہے؟

اُمہات المومنین تم سے اپنے حق کا مطالبہ کر رہی ہیں، عائشہ پکارتی ہیں۔ وہی عائشہ جنہیں میرے میاں (رسول اللہ) پیار سے حمیرا کہہ کر پکارتے تھے۔ جنہوں نے رسول اللہ کو رحلت کے وقت مسواک چبا کر دی تھی۔ ان کے ناموس پر قربان ہو جاؤ۔ سچے بیٹے ماں پر کٹ مرا کرتے ہیں۔"

آخر اس مجمع سے علم الدین اٹھا اور جس ناموس کی حفاظت سے قانون قاصر تھا اس کی حفاظت علم الدین کے خنجر نے راجپال کی جان لے کر کی۔ اگرچہ اسے اپنی جان کی بازی بھی ہارنا پڑی مگر یہ بات دنیا پر واضح ہو گئی کہ مسلمان حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کی حفاظت قانون سے نہیں بلکہ خون سے بھی کرتا ہے۔

ختم نبوت کی راہ میں جب قادیانی فرقے نے رخنے پیدا کرنے شروع کئے اور ایک گمراہ تحریک نے سر اٹھایا تو اس وقت حق پرستوں کی جو صفیں اس کے مقابلے پر سینہ سپر ہوئیں۔ شاہ جی قائد کی حیثیت سے ان میں پیش پیش تھے اور آخر تک پیش پیش رہے۔ ہر قدم پر مشکلات آڑے آئیں مصائب سے سامنا ہوا۔ آفات کی گھٹائیں اٹھیں فرنگی اقتدار نے قدم قدم پر روڑے اٹکائے قید و بند سے گزر کر دار و رسن تک بات جا پہنچی مگر عشق رسولؐ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا اور شیر نیستان ایک طرف انگریزی سامراج پر بھرپور وار کرتا رہا تو دوسری طرف انگریز کی ذریت جو قادیانیت کے نام سے نشو و نما پا رہی تھی اس کا تیا پانچہ کرنے میں مصروف رہا چنانچہ شاہ جی نے فرمایا تھا۔

"ختم نبوت کی حفاظت میرا جزو ایمان ہے جو شخص بھی اس ردا کو چوری کرے گا۔ جی نہیں —— چوری کا حوصلہ کرے گا میں اس کے گریبان کی دھجیاں پھاڑ دوں گا۔ اور جو اس مقدس امانت کی طرف انگلی اٹھائے گا میں اس کا ہاتھ قطع کر دوں گا۔ میں میاں (رسول اللہ) کے سوا کسی کا نہیں۔ نہ اپنا نہ پرایا۔ میں انہیں کا ہوں۔ وہی میرے ہیں جس کے حسن و جمال کو خود رب کعبہ نے قسمیں کھا کھا کر آراستہ کیا ہو۔ میں ان کے حسن و جمال پر نہ مر مٹوں تو لعنت ہے مجھ پر اور لعنت ہے ان پر جو ان کا نام تو لیتے ہیں۔ لیکن سارقوں کی خیرہ چشمی کا تماشا دیکھتے ہیں۔"

آپ فرمایا کرتے تھے:۔ "مجھے ایک چیز

سے محبت ہے اور وہ ہے قرآن — مجھے ایک چیز سے نفرت ہے اور وہ ہے انگریز۔

اللہ کی کتاب کی بلاغت کے صدقے جایئے خود بولتی ہے۔ میں محمدؐ پہ اتاری گئی ہوں بابو لوگو! اس کی قسمیں نہ کھایا کرو۔ اس کو پڑھا کرو سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیلؒ شہیدؒ کی طرح نہ سہی اقبال کی طرح ہی پڑھ لیا کرو۔ دیکھا اس نے قرآن میں ڈوب کر پڑھا تو مغرب کی دانش پہ ہلہ بول دیا۔ پھر اس نے قرآن کے سوا کچھ دیکھا ہی نہیں۔ وہ تمہارے تبکدوں میں اذان کی صدا ہے"۔

خود شاہ جی قرآن پڑھتے تو نہ صرف یہ کہ وہ خود لطف اندوز ہوتے بلکہ سننے والوں پر بھی سحر ہو جاتا۔ یوں محسوس ہونے لگتا کہ قرآن کا نزول ہو رہا ہے۔ اور جذب وکیف میں انسان ہی نہیں فضا بھی جھوم رہی ہے۔ اثر کا یہ عالم تھا کہ مسلمان تو مسلمان غیر مسلم ہندو اور سکھ بھی شاہ جی کا قرآن سننے کے لئے آتے اکثر ہندوؤں کو یہ کہتے سنا گیا ہے کہ شاہ جی تو رشیوں کی زبان بولتے ہیں — سر سٹیفورڈ کرپس کی آمد پر نیشنلسٹ مسلمانوں کا جو جلسہ دہلی میں ہوا تھا اور اس جلسے میں حضرت مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حفظ الرحمن اور دیگر اکابرین ملت بھی شریک تھے میں نے خود اپنے کانوں سے سنا پنڈت جواہر لال نہرو نے یہ الفاظ کہے تھے "اوقات کار سے فرصت کہاں تھی میں محض تھوڑا سا وقت نکال کر شاہ جی کا قرآن سننے آگیا ہوں"۔

انگریز سے نفرت کا یہ عالم تھا کہ برملا فرماتے۔

"میں ان سوروں کا ریوڑ چرانے کو بھی تیار ہوں جو برٹش امپریلزم کی کھیتی کو ویران کرنا چاہیں۔ میں کچھ نہیں چاہتا۔ میں ایک فقیر ہوں۔ اپنے نانا کی سنت پر کٹ مرنا چاہتا ہوں — اور اگر کچھ چاہتا ہوں — تو اس ملک سے انگریز کا انخلاء — دو ہی خواہشیں ہیں۔ میری زندگی میں یہ ملک آزاد ہو جائے یا پھر میں تختۂ دار پر لٹکا دیا جاؤں" میں ان علمائے حق کا پرچم لئے پھرتا ہوں جو ۱۸۵۷ء میں فرنگیوں کی تیغ بے نیام کا شکار ہوئے تھے۔ رب ذوالجلال کی قسم مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں کہ لوگ میرے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔ لوگوں نے پہلے ہی کب کسی سرفروش کے بارے میں راست بازی سے سوچا ہے؟ وہ شروع سے تماشائی ہیں اور تماشا دیکھنے کے عادی۔ — میں اس سرزمین میں مجدد الف ثانی کا سپاہی ہوں شاہ ولی اللہ اور خاندان ولی اللہی کا منبع ہوں سید احمد شہیدؒ کی غیرت کا نام لیوا اور شاہ اسمٰعیلؒ شہید کی جرأت کا پانی دیوا ہوں میں ان پانچ مقدمہ ہائے سازش کے پابہ زنجیر علمائے امت کے لشکر کا ایک خدمت گزار ہوں جنہیں حق کی پاداش میں عمر قید اور موت کی سزائیں دی گئیں — ہاں ہاں میں انہیں کی نشانی ہوں انہی کی صدائے بازگشت ہوں۔ میری رگوں میں خون نہیں آگ دوڑتی ہے میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ میں قاسمؒ نانوتوی کا علم لے کر نکلا ہوں میں نے شیخ الہندؒ کے نقش قدم پر چلنے کی قسم کھا رکھی ہے میں زندگی بھر اسی راہ پر چلتا رہا ہوں اور اسی راہ پر چلتا رہوں گا میرا اس کے سوا کوئی موقف نہیں۔ میرا ایک ہی نصب العین ہے۔ برطانوی سامراج کو کفنانا یا دفنانا" بحمد للہ خدا نے شاہ جی کی یہ آرزو پوری کی اور وہ انگریزی سامراج کو اپنا پشتارہ اٹھا کر جاتے ہوئے دیکھ کر گئے اور انہوں نے مرزائیت کو بھی دم توڑتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

برادران محترم! شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان مردان حق کے گروہ میں سے ایک ایسے فرد تھے جن کا مقام بارگاہ خداوندی میں بہت بلند تھا اور زمرۂ اولیاء میں وہ مقام محبوبیت پر فائز تھے۔ اس صدی کے محدث اعظم حضرت علامہ سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو امیر شریعت کا خطاب دیا اور خود آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ آپ سے بے حد محبت رکھتے تھے۔ حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی مدظلہ کو دربار رسالت سے آپ کا ہاتھ بٹانے کی ہدایت ہوئی۔ حضرت مولانا گلفشیر رحمۃ اللہ علیہ اسی پاداش میں شہید ہوئے — خود ہمارے حضرت — شیخ التفسیر سیدی مولائی حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ تو آپ پر جی جان سے فدا تھے۔ گھنٹوں آپ کا ذکر خیر کرتے اور یوں محسوس ہوتا کوئی عاشق صادق اپنے محبوب کی اداؤں کا ذکر چھیڑ کر کیف وسرور کی وسعتوں میں کھو گیا ہے آپ فرمایا کرتے تھے لوگ شاہ جی کو ایک بہت بڑا خطیب، ایک سیاستدان، ایک محب وطن اور جرأت و بے باکی کا ستون ضرور تسلیم کرتے ہیں لیکن شاہ جی کے روحانی مرتبے سے قطعی طور پر ناواقف ہیں ورنہ ان کے پاؤں دھو دھو کر پیتے

حضرت اکثر فرماتے، شاہ جی ولی کامل اور اسلام کی شمشیر برہنہ ہیں۔ لیکن انہوں نے اپنے اوپر "مزاح" کی چادر اوڑھ لی ہے اس لئے ظاہر بیں لوگ ان کا روحانی مقام متعین نہیں کر سکتے آج سے گیارہ سال قبل اسی پارک میں احرار کانفرنس منعقدہ ۲۵ — ۲۶ مئی ۱۹۵۱ء کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خطبۂ صدارت ارشاد فرماتے ہوئے، مجلس احرار کی خدمات کو سراہتے ہوئے اور ان کا اعتراف کرتے ہوئے شاہ جی کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا تھا

رضا کاران احرار کی مخلص۔ خدا پرست اور اسلام کی جاں نثار جماعت کو اللہ تعالےٰ نے راہنما بھی بے نظیر عطا فرمائے ہیں جو اپنی حق گوئی، حق پرستی۔ حق کی حمایت کے لئے باطل کے مقابلہ میں سر دھڑ کی بازی لگانے میں شہرۂ آفاق ہیں۔ حق کی حمایت میں اگر باطل پرستوں نے ہتھکڑیاں پہنائیں اور جیل کی اندھیری کوٹھڑیوں میں بند کیا تو ان تمام مصائب کو ان مجاہدین نے خندہ پیشانی سے برداشت کیا

میں نے شیر دل مجاہد اعظم۔ امیر شریعت حافظ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ صاحب کے ساتھ جیل میں رہ کر دیکھا ہے۔ اتنا ہنستے ہیں اور رفقائے جیل کو اتنا ہنساتے ہیں کہ ان کے سب غم غلط ہو جاتے ہیں۔ رضا کاران احرار کو میں مبارکباد دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں حضرت شاہ صاحب کے رفقائے کار ایک بہت بڑے جید عالم و سحر بیان اور اعلیٰ درجہ کے مدبر حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری اور شیخ حسام الدین صاحب جیسے جلیل القدر قائد اور مقتدائے قوم عطا فرمائے ہیں۔ اور جمعیۃ احرار شکر کرے کہ حق گوئی حق پرستی اور جرأت اور بے باکی میں مجاہد اعظم امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کا شبیہ اور مجسم نمونہ مولانا قاضی احسان احمد صاحب کو بنا کر شامل کر دیا ہے تاکہ جب حضرت شاہ صاحب میدان کارزار سے دور ہوں تو قاضی موصوف کو باطل کے مقابلہ میں علم حق دیا جائے اور جمعیت احرار بڑی ہی خوش نصیب ہے جسے اللہ تعالےٰ نے ایک اعلیٰ درجہ کا مدبر میدان سیاست کا شاہسوار، شطرنج سیاست کا بہترین کھلاڑی باطل پرستوں کی مکاریوں اور فریب کاریوں سے پورا آگاہ ماسٹر تاج الدین

زناکاری اور اسلام

حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب — دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

عہد نبوت اور قرآنی سزائیں

یہاں تک بحث اس بات کے متعلق تھی کہ زنا اور بدکاری کے لیے قرآن کریم نے کیا قانونی سزائیں مقرر کی ہیں یا اخلاقی تعلیم کے ذریعے۔ سے اس کے انسداد کے لیے کیا کیا تدابیر بتلائی ہیں۔ اس کے بعد ہم یہ تبلاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں قرآن کریم کی تجویز کردہ سزاؤں کے بارے میں کیا عمل درآمد رہا ہے۔ اس کے لیے جب ہم عہد نبوتؐ کے مشہور واقعات پر نظر ڈالتے ہیں تو روز روشن کی طرح ہمیں یہ حقیقت عیاں ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ حضورؐ کے عہد مبارک میں جب بھی بتقاضائے بشریت کسی سے اس قسم کی غلط حرکت سرزد ہوئی ہے۔ اور جرم کے ثبوت میں کوئی اشتباہ باقی نہیں رہا ہے تو اس پر سختی کے ساتھ یہ قانونی سزائیں نافذ ہو کر رہی ہیں۔ اور قرآنی قانون کے احترام کے پیش نظر سزاؤں کے نفاذ میں اصلاً کسی کی رعایت نہیں کی گئی ہے۔ نہ اس قبیح فعل سے معاشرے کی تطہیر میں نرمی یا غفلت سے کام لیا گیا ہے۔ بلکہ پورے احترام کے ساتھ اس قسم کے مواقع میں قرآنی سزائیں نافذ کرلی گئی ہیں۔ اس کے لیے مندرجہ ذیل دو واقعات کو ملاحظہ فرمایا جائے۔

حضرت ماعزؓ کا واقعہ

بخاریؒ اور مسلمؒ میں متعدد صحابہؓ کی روایت سے یہ واقعہ منقول ہے کہ حضورؐ کے عہد مبارک میں حضرت ماعزؓ سے زنا سرزد ہو گیا تھا۔ اور حضورؐ نے اسے رجم (سنگساری) کی سزا دی تھی۔ یہ واقعہ کتب حدیث میں ابوہریرہؓ۔ جابرؓ بن عبداللہ۔ جابرؓ بن سمرہ۔ عبداللہ ابن عباسؓ۔ ابوسعیدؓ خدری اور دیگر صحابہ کرامؓ سے متعدد طرق سے مروی ہے۔ ان متعدد طرق میں سے ایک طریقہ یہ ہے:-

عن سلیمان ابن بریدۃ عن ابیہ قال جاء ماعز بن مالک الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ طھرنی فقال ویحک ارجع فاستغفر اللہ وتب الیہ۔ قال فرجع غیر بعید ثم جاء فقال یا رسول اللہ طھرنی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل ذلک حتی اذا کانت الرابعۃ فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیم اطھرک؟ فقال من الزنا فسأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أبہ جنون فاخبر انہ لیس بمجنون فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أزنیت فقال نعم فامر بہ فرجم الحدیث

(مسلم — باب حد الزنا)

"سلیمان ابن بریدہ اپنے باپ بریدہ سے روایت کرتے ہیں کہ ماعزؓ بن مالک نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ "حضورؐ! مجھے پاک کیجیے" آپؐ نے فرمایا۔ ارے جاؤ۔ اور توبہ کر کے اپنے رب سے مغفرت طلب کرو۔ ماعزؓ تھوڑے سے فاصلے پر جا کر پھر لوٹ آیا۔ اور عرض کیا کہ "حضور مجھے پاک کیجیے"۔ آپ نے پھر واپس جانے کے لیے فرمایا۔ یہاں تک کہ چوتھی بار ماعزؓ آیا اور عرض کیا کہ حضورؐ! مجھے پاک کیجیے" اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ کس چیز سے تجھے پاک کروں عرض کیا کہ زنا سے۔ آپ نے اس کے متعلق دریافت فرمالیا کہ اس کو جنون کی بیماری تو لاحق نہیں ہے؟ تو آپ کو بتایا گیا کہ حضورؐ! یہ مجنون نہیں ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے ماعزؓ سے فرمایا کہ کیا تم نے زنا کیا ہے؟ ماعزؓ نے عرض کیا کہ جی ہاں میں نے زنا کیا ہے۔ اس پر آپ نے حکم دیا کہ اسے رجم کیا جائے۔ چنانچہ وہ رجم (سنگسار) کر دیا گیا"۔

قربان جایئے صحابہ کرامؓ کے ایمانی جوش اور جذبۂ اطاعت پر کہ اگرچہ بتقاضائے بشریت ان سے گناہ سرزد ہو جاتے ہیں۔ مگر جب ان کے دل و دماغ پر عصیان اور نافرمانی رب کا تصور غالب آجاتا ہے تو اندر سے جذبۂ ایمانی اس قدر موجزن ہونے لگتا ہے کہ جان کی قربانی کے لیے بھی اپنے آپ کو پیش کرنے سے دریغ نہیں کرتے اور قانونی سزا کے تختہ دار پر بخوشی کھڑے ہو کر جان دیدیتے۔ تاکہ جرم اور نافرمانی کا بدنما داغ دھل کر قیامت کے دن اپنے رب کے حضور میں ایسی حالت میں پیش ہو جائیں کہ عصیان اور نافرمانی کا الزام ان پر باقی نہ ہو۔ (رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ اجمعین)

خیر یہ تو ایک مرد کا واقعہ تھا۔ جو اس قسم کے واقعات سے دنیوی زندگی کے مختلف نشیب و فراز میں دوچار ہو ہی جاتا ہے۔ اور جان کی قربانی اس کے لیے چنداں دشوار گزار گھاٹی نہیں ہوتی۔ جس پر سے گزرنا اس کے لیے دشوار ہو۔ بالخصوص! عرب کے نوجوانوں کے لیے تو یہ ایک معمولی بات سمجھی جاتی تھی۔ ذیل میں ایک مومن خاتون کی سزایابی کا ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ جو اسے اس گناہ کی پاداش میں حضرت ماعزؓ کی طرح پیش آیا تھا۔ اس واقعہ سے آج کی مغرب زدہ ذہنیت رکھنے والی عورتوں کے لیے یہ اندازہ لگانا کچھ بھی مشکل نہیں کہ عہد نبویؐ کی مسلمان عورتوں اور خواتین کو اپنی پاک دامنی کس قدر عزیز تھی۔ اور ان کے دلوں میں اخلاقی جرائم سے پاکیزگی کا جذبہ کس قدر موجزن تھا اور فکر آخرت ان کے دل و دماغ پر کہاں تک حاوی ہو چکا تھا! ذیل کے سطور میں وہ لرزہ خیز واقعہ نقل کیا جاتا ہے۔ جو اس مومن خاتون کو اپنی زندگی میں پیش آیا تھا۔

حضرت غامدیہؓ کا لرزہ خیز واقعہ

انسانی فطرت میں عام طور پر یہ کمزوری ودیعت کی گئی ہے کہ کسی مہلک اور تباہ کن حادثہ پیش آنے اور بچشم خود اسے دیکھنے سے پیشتر اگرچہ طبیعت میں جرأت اور استقلال مضبوط ہو کر پایا جاتا ہے۔ اور ضعف و کمزوری اس کے مقابلہ میں کم پائی جاتی ہے۔ مگر جب کوئی جانکاہ واقعہ اور مہلک حادثہ دیکھنے میں آجاتا ہے تو جرأت خود بخود ختم اور استقلال انتہائی کمزور پڑ جاتا ہے۔ پھر طبیعت اس قسم کے جانکاہ واقعہ کو برداشت کرنے کے لیے بخوشی کبھی تیار نہیں ہو سکتی۔ بالخصوص عورتوں کی طبیعتیں تو اس بارے میں انتہائی کمزور اور ہمتیں بہت پست واقع ہوئی ہیں۔ لیکن آپ سن کر حیران ہوں گے کہ حضرت ماعزؓ کی سنگساری کا واقعہ ایک خاتون بچشم خود دیکھ رہی ہے۔ اور پھر بھی وہ اس لرزہ خیز واقعہ سے نہ گھبرا جاتی ہیں اور نہ اس کی طبیعت میں کسی قسم کی کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ اور نہ اس کا ایمانی استقلال کمزور پڑ جاتا ہے۔ بلکہ جرأت کے ساتھ مومنانہ عزم لے کر اٹھتی ہیں۔ اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر یہ عرض کرتی ہیں کہ حضورؐ! مجھے بھی حضرت ماعزؓ کی طرح پاک کیجیے"۔ حضورؐ اس کو بھی ماعزؓ کی طرح یہ تلقین فرما رہے ہیں کہ جاؤ توبہ کرو

کے اپنے رب سے مغفرت طلب کرو مگر اس مومن خاتون اور اللہ تعالےٰ کی پاکیزہ بندی کو اپنی پاکیزگی کا فکر اس قدر دامنگیر ہے۔ کہ وہ ایک بھی نہیں سنتیں۔ اور بول اٹھتی ہیں کہ حضورؐ! میرا خیال یہ ہے کہ آپ مجھے ماعزؓ کی طرح لوٹانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ میں لوٹ کر جانے کے لیے نہیں بلکہ جان دے کر اپنے آپ کو پاک کرانے کے لیے حاضر خدمت ہوئی ہوں، جب اس سے حضورؐ مزید دریافت فرماتے ہیں۔ تو وہ صاف طور پر اقرار کرتی ہیں کہ "میں زنا سے حاملہ ہو چکی ہوں"

حضور پھر بھی اسے مزید مہلت دے کر فرماتے ہیں کہ "جب تک بچہ پیدا نہ ہو تم پر سزا جاری نہیں کی جائے گی" اس میں شاید حضورؐ کا مقصد یہ تھا کہ مہلت کے زمانے میں وہ اپنے اقرار سے منحرف ہو کر باز آ جائے گی۔ تو سزا سے بچ جائے گی۔ مگر اس کا ایمانی جوش اور پاکیزگی کا جذبہ کب اسے یہ اجازت دے سکتا تھا۔ کہ وہ اپنے اقرار سے منحرف ہو جائے۔ چنانچہ کافی عرصہ گزرنے کے بعد بھی جب اس کا بچہ پیدا ہوا۔ تو فوراً اپنے آپ کو سزا کے لیے پیش کر دیا مگر پھر بھی حضور نے اسے اس خیال سے مزید مہلت دے دی کہ ماں مر جانے کے بعد بچہ کی رضاعت کا انتظام مشکل ہو جائے گا۔ الغرض بچہ بھی پیدا ہوا۔ اور رضاعت کی مدت بھی ختم ہو گئی۔ مگر اس پاکیزہ اور مثالی معاشرے کی یہ حالت تھی کہ اس طویل عرصہ میں نہ وہ خود اپنے اقرار سے رجوع کرنے کے لیے تیار ہوئیں۔ اور نہ دوسرے کسی اللہ کے بندے نے اس کو رجوع کرنے کی تلقین کی اور بالآخر اسے رجم کی سزا مل کر رہی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاہا حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں :۔

عن بریدۃ قال جاءت امرأۃ من غامد فقالت یارسول اللہ طھرنی فقال ویحك ارجعی فاستغفری اللہ وتوبی الیہ فقالت اراك ترید ان ترددنی کما رددت ماعز بن مالك قال وماذاك قالت انھا حبلی من الزنا فقال لھا حتی تضعی ما فی بطنك فوضعت قال فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال قد وضعت الغامدیۃ فقال اذاً لانرجمھا وندع ولدھا صغیرا لیس لہ من یرضعہ (وفی روایۃ) فلما ولدت اتتہ بالصبی فی خرقۃ قالت ھذا قد ولدتہ قال اذھبی فارضعیہ حتی تفطمیہ فلما فطمتہ اتتہ بالصبی فی یدہ کسرۃ خبز فقالت ھذا یانبی اللہ قد فطمتہ وقد اکل الطعام فدفع الصبی الی رجل من المسلمین ثم امر بھا فرجم ھا (مسلم ج ۲ ص ۶۵)

"حضرت بریدہ روایت فرماتے ہیں کہ قبیلہ غامد کی ایک عورت نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضورؐ! مجھے پاک کیجیے۔ آپ نے فرمایا جاؤ۔ توبہ کر کے اللہ تعالےٰ سے مغفرت طلب کرو۔ اس پر وہ کہنے لگی کہ شاید آپ مجھے ماعزؓ کی طرح لوٹانا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا پھر کیا کہتی ہو۔ کہنے لگی۔ حضورؐ! میں زنا سے حاملہ ہو چکی ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ جب تک بچہ پیدا نہ ہو۔ سزا نہیں ملے گی۔ جب بچہ پیدا ہو گیا تو حضورؐ سے کسی نے آ کر یہ کہہ دیا کہ غامدیہ کا بچہ پیدا ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اب بھی اس پر سزا اس لیے جاری نہ ہو گی۔ کہ بچہ کی رضاعت کا انتظام مشکل ہو جائے گا۔ دوسری ایک روایت میں یہ آیا ہے۔ کہ جب بچہ پیدا ہو گیا تو مذکورہ خاتون اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر حضورؐ کے پاس لے آئیں۔ اور کہا کہ یہ بچہ میں نے جنا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ اس کو مدت رضاعت تک دودھ پلاتی رہو۔ چنانچہ وہ بچہ کو لے کر چلی گئی۔ جب مدت رضاعت پوری ہوئی۔ تو بچہ کو پھر لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ درآنحالیکہ بچہ نے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا پکڑا ہوا تھا۔ اور عرض کیا کہ حضور! اب یہ بچہ دودھ پینا چھوڑ کر روٹی کھانے لگا ہے۔ اس وقت بچہ ایک مسلمان کے حوالہ کر کے سزا کا حکم دیا گیا۔ اور وہ خاتون سنگسار کر دی گئی"

یہ ہیں وہ مسلم خواتین جو شرعی قوانین کے احترام اور قانون الٰہی کی عظمت کو بحال رکھنے کے لیے ہر وقت بڑی خوشی اور خندہ پیشانی سے جان قربان کرنے کے لیے تیار رہتی ہیں۔ اور کبھی اس سے دریغ نہیں کرتیں۔ نہ اپنی پاک دامنی اور پاکیزگی پر زنا کاری جیسے گندہ فعل کا بدنما داغ رہنے دیتی ہیں۔ ایسی خواتین کی پاکیزہ سیرت اور اعلیٰ کردار کی روشنی میں جب آج کی مغرب پرست بیگمات اور اخلاقی قیدو بند سے آزاد عورتوں کی سیرت و کردار پر نظر ڈالی جاتی ہے۔ تو دل و دماغ کے متفقہ فیصلے سے انسان ان کے بارے میں یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ کہ یہ آزاد بیگمات۔ اور مغرب پرست خواتین اس قابل ہی نہیں کہ انھیں مسلم خواتین کے نام سے یاد کیا جائے۔ یا مسلمان خواتین کی نمائندگی کا حق انہیں دیا جائے۔ بلکہ یہ بیگمات ذہنی طور پر چند مغربی اور یورپین عورتیں ہیں جو اسلام کا نام لے کر خود اسلام ہی پر حملہ آور ہوتی ہیں۔ اور قوم کی بھولی بھالی سادہ لوح بہو بیٹیوں کو یہ دھوکہ دے رہی ہیں۔ کہ ہم آپ کی طرح مسلمان ہیں۔ اور مسلمان خواتین کی صحیح نمائندگی کرتی ہیں۔ حالانکہ اسلام کے اعتقادی نظام میں اس عقیدے کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔ کہ "زنا بالرضا قانونی جرم ہی نہیں" "یا اسلام میں تعدد ازدواج کی کوئی اجازت نہیں۔" کیونکہ یہ عقیدہ صریح طور پر قرآنی احکام کا انکار ہے۔ اور قرآن کے کسی حکم کا انکار صریح کفر ہے۔ اس طرح کے عقائد رکھنے والے لوگ بھی اگر مسلمان رہیں گے۔ تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوگا کہ آج کفر اور اسلام کے مابین کوئی خط امتیاز باقی نہیں رہا ہے اور ایک شخص بیک وقت مسلمان بھی ہو سکتا ہے اور کافر بھی۔ یہ نظریہ اگر مغربی یا مغربی اسلام کا نظریہ ہو تو ہوگا مگر محمدیؐ اسلام کو اس نظریہ سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

خلافت راشدہ اور قرآنی سزائیں۔

اس کے بعد جب ہم خلافت راشدہ کے دور حکومت اور خلفائے راشدین کے احکامات کی روشنی میں یہ دیکھتے ہیں کہ زنا اور بدکاری کے لیے قرآن کریم نے جو سزائیں مقرر کی ہیں۔ ان کے بارے میں خلفائے راشدین نے کیا طرز عمل اختیار کیا ہے۔ اور کیا احکامات صادر کئے ہیں تو بلا کسی شک و شبہ کے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ انہوں نے بھی اس اخلاقی جرم اور حیاسوز حرکت کے انسداد کے لیے حضور ہی کے اسوۂ حسنہ کی تابعداری کر کے وہی طرز عمل اختیار کیا ہے۔ جو حضور نے اپنے زمانۂ حیات میں اختیار کیا تھا۔ اور وہی احکامات صادر کئے ہیں جو حضورؐ نے اپنی زندگی میں صادر فرمائے تھے۔ طوالت سے بچنے کے لیے ذیل میں ہم صرف ایک خلیفۂ راشد حضرت عمرؓ کا وہ خطبہ نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ جو انہوں نے اپنے مثالی دور حکومت میں صحابہ کرام کے ایک عظیم اجتماع میں دیا تھا جس سے واضح طور پر یہ ثابت ہوگا کہ پوری خلافت راشدہ کے زمانے میں جرائم کے متعلق قرآن کریم کی تجویز کردہ سزاؤں پر پابندی کے ساتھ عمل درآمد ہوتا رہا ہے۔ اور مجرموں پر یہ سزائیں بلا رعایت نافذ ہوتی رہی ہیں۔

حضرت عمرؓ کا خطبہ

ذیل میں حضرت عمر کا وہ خطبہ نقل کیا جاتا ہے جو بخاری اور مسلم میں بروایت ابن عباس ذکر کیا گیا ہے۔ اور جس میں زناکاری کی سزا کے بارے میں قرآنی قانون کی تشریح کی گئی ہے:۔

عن ابن عباس قال جلس عمرؓ علی المنبر ثم قال اما بعد فانی قائل لکم مقالۃ قد قدر لی ان اقولھا لاادری لعلھا بین یدی اجلی فمن عقلھا ووعاھا فلیحدث بھا... ومن خشی ان لا یعقلھا فلا احل لاحد ان یکذب علی

"ان اللہ بعث محمدا صلی اللہ علیہ وسلم بالحق وانزل علیہ الکتاب فکان مما انزل اللہ آیۃ

الرجم فقرأناها وعقلناها ووعيناها رجم رسول الله صلی الله علیہ وسلم ورجمنا بعدہ فاخشیٰ ان طال بالناس زمان ان یقول قائل واللہ ما نجد آیۃ الرجم فی کتاب اللہ فیضلوا بترک فریضۃ انزلہا اللہ تعالیٰ ۔ والرجم حق علی من زنیٰ اذا احصن من الرجال والنساء ۔
(اذا قامت البینۃ او کان الحبل او الاعتراف

بخاری ج ۲ صفحہ ۱۰۰۹)

" ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک دن منبر پر بیٹھ کر یہ خطبہ دیا کہ آج میں آپ کے سامنے ایک مقالہ پڑھ کر سنا رہا ہوں جس کا پڑھنا میرے لیے ضروری ہو گیا ہے۔ میں یہ تو نہیں جانتا کہ موت کب آئے گی۔ مگر شاید یہ مقالہ میری موت کے قریب ہو۔ جس نے میرے اس مقالہ کو سمجھا اور یاد رکھا۔ وہ اسے بیان کرے اور جس نے اس کو اچھی طرح نہیں سمجھا ہو۔ اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ میری طرف غلط باتیں منسوب کرے۔ (وہ مقالہ یہ ہے) کہ اللہ تعالےٰ نے حضورؐ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے۔ اور ان پر ایک کتاب نازل فرمائی ہے۔ اس میں ایک آیت رجم کی بھی تھی۔ ہم نے اسے پڑھا۔ سمجھا۔ اور خوب یاد رکھا۔ اس کے تحت آنحضرت نے بھی رجم کیا ہے اور ہم نے بھی اس کے بعد رجم پر عمل کیا ہے۔ لیکن میرے ساتھ یہ خطرہ حق ہے کہ طول زمانہ کی وجہ سے لوگ یہ کہنا شروع کریں گے کہ کتاب اللہ میں ہم رجم کی آیت نہیں پاتے لہٰذا رجم زنا کی شرعی سزا نہیں ہے۔ پس لوگ خدا کے نازل کردہ فریضہ کو چھوڑ کر گمراہ ہو جائیں گے۔ اس لیے آج میں تمہیں اعلان کرتا ہوں کہ جو بھی شادی شدہ مرد و عورت زنا کریں گے ان کے لیے شرعی سزا رجم ہے۔ جبکہ زنا کا ثبوت بیّنہ سے ہو گیا ہو۔ یا حمل ہو اور یا اقرار۔"

حضرت عمرؓ کا یہ خطبہ کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ اس میں پوری خلافت راشدہ کا تعامل سزائے زنا کے بارے میں واضح کیا گیا ہے۔ جس سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ زنا کاری کی سزا کے بارے میں خلفائے راشدین کا تعامل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعامل سے ذرہ برابر بھی مختلف نہ تھا۔ بلکہ اس کے ساتھ پورے طریقہ سے موافق تھا۔ اور یہ ایک سنت مستمرہ تھی جو حضورؐ کے زمانے سے مسلسل چلی آ رہی تھی۔ کہ جس نے بھی زنا کر دیا۔ اس پر یا تو درے لگا دیئے جائیں گے اگر وہ شادی شدہ مرد یا عورت نہ ہو یا اس پر رجم اور سنگساری کی سزا جاری کی جائے گی۔ اگر وہ کوئی شادی شدہ مرد ہو یا عورت چنانچہ حضرت علیؓ نے جب اپنی خلافت میں جمعہ کے دن ایک شادی شدہ عورت پر رجم کی سزا قائم کر دی۔ تو فرمایا کہ :۔

رجمتہا بسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(بخاری صفحہ ۱۰۰۸)

"میں نے اس عورت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق رجم کر دیا"

زنا کی کثرت۔ اور اس کے اسباب

یہ حقیقت پچھلے مباحث سے اچھی طرح واضح ہو گئی کہ اسلام نے عام فواحش و منکرات کی طرح زنا اور بدکاری سے بھی معاشرے کو پاک رکھنے کا مکمل انتظام کیا ہے انسدادی تدابیر کے ساتھ ساتھ اس نے اس کے لیے قانونی سخت سزائیں بھی تجویز کی ہیں کہ اگر وہ سزائیں زناکاری کے ارتکاب کرنے والوں پر پابندی کے ساتھ جاری کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ تو معاشرے سے زناکاری کی وبا ختم ہو سکتی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ صدر اول میں اسلامی حکومتوں کے سربراہ چونکہ پوری طرح جرائم کے انسداد کی طرف متوجہ رہتے تھے۔ اور اسلام کے تعزیری قوانین کے نفاذ سے غافل نہ تھے۔ اس لیے اس وقت جرائم بالکل صفر کے درجہ میں تھے۔ آج بھی جہاں اسلامی تعزیرات نافذ ہیں۔ مثلاً سعودی عرب کی حکومت۔ وہاں بھی یہ جرائم صفر کے درجے میں ہیں۔

لیکن جہاں آج اسلامی تعزیرات پس پشت ڈالی گئی ہیں۔ اور مسلمان حکومتوں کے سربراہ خود عیاش ہو کر فحاشی کو فروغ دینے میں سرگرمی دکھا رہے ہیں۔ وہاں زناکاری وبائے عام کی طرح پھیلی ہوئی ہے اور اب تو مغرب کی بے خدا تہذیب نے مسلمان قوم کے دل و دماغ کا نقشہ ہی بدل کر رکھ دیا ہے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ زناکاری کو جدید تہذیب کا ایک اہم جزو سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ تصور ہی دل و دماغ سے نکل گیا ہے کہ یہ کوئی اخلاقی جرم ہے۔ یا اس پر کوئی شخص سزایاب ہو سکتا ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے ممالک میں زناکاری کی یہاں تک کثرت ہے کہ شریف گھرانوں کی عورتیں بھی اس گندگی سے ملوث ہونے پر نہیں شرماتی ہیں۔ نہ اس کو اپنے لیے باعث ننگ اور موجب عار سمجھ رہی ہیں۔ ان تمام خرابیوں کی اصل جڑ یہ ہے کہ ایک طرف پوری مسلمان قوم من حیث القوم اپنے مذہب اور اس کی تعلیمات سے خطرناک حد تک نہ صرف یہ کہ بیگانہ ہو گئی ہے۔ بلکہ بیزار بھی ہو چکی ہے۔ اور دوسری طرف اس قوم کو مغرب کی بے خدا تہذیب نے خیالی اور وہمی ترقی کا سبز باغ دکھا کر اپنی طرف ذہنی اور فکری اعتبار سے مائل کر دیا ہے اور اب وہ یہ سمجھنے لگی ہے کہ مغربی تہذیب ہی میں تمام ترقیوں کا راز مضمر ہے۔ اور اس کے بغیر ممکن نہیں کہ کوئی قوم دنیوی زندگی کے کسی میدان میں ترقی کر سکے۔

تیسری طرف بد قسمتی سے اقتدار کے مناصب پر ہمیشہ وہ لوگ قابض رہے ہیں۔ جو شکست خوردہ ذہنیت کے مالک ہیں۔ انہوں نے نہ کبھی یہ سوچا ہے اور نہ سوچ سکتے ہیں کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جو تمام ترقیوں کا سرچشمہ ہے۔ اور ہر قسم کی مشکلات کو اپنی بہترین تعلیمات کے ذریعہ سے حل کر سکتا ہے۔ بلکہ یہ لوگ فسق و فجور کے علمبردار رہ کر ہمیشہ فواحش و منکرات کو فروغ دے رہے ہیں۔ اور اسلام کے ساتھ ان کی وابستگی برائے نام رہی ہے۔ انہی تین چیزوں نے مل کر ہر جگہ مسلمان قوم کو مذہبی لحاظ سے تباہی کے گڑھے میں ڈال دیا ہے جس سے اس کا نکلنا حد درجہ دشوار بلکہ ناممکن ہو کر رہا ہے۔

اسماء الرسول ۳ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱۱) وہ خلیل الرحمٰن ہے۔ اہل عرب کے نزدیک محبت کے دس مراتب ہیں (۱) علاقہ۔ دل کا ذرا سا اٹکاؤ (۲) ارادہ۔ وہ میلان جو علاقہ کے بعد نمودار ہو (۳) صبابت لغت میں صبا یصباء پانی کا نشیبی زمین پر جو بہہ نکلتا ہے اور اس جگہ بے اختیاری شوق کا نام ہے (۴) غرام غرام قرض یا تاوان کو کہتے ہیں اور یہاں اس محبت لازم کا نام ہے جو قرض ہو کر چمٹ جائی اور کبھی وقت علیحدہ ہی نہیں ہوتی (۵) وداد۔ خلوص محبت اور مغز محبت کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے بھی اپنا نام ودود تبلایا ہے (۶) شغف۔ شغاف پردۂ دل اور شغف وہ محبت جو قعر دل تک جا پہنچے (۷) عشق۔ یہ عشقہ سے بنایا گیا ہے۔ یہ ایک بیل ہوتی ہے۔ زرد رنگ کی جس درخت سے لپٹ جاتی ہے۔ اسے خشک کر دیتی ہے

اور عشق کی تاثیر بھی عاشق کے حق میں یہی ہے۔ ابن عباسؓ اس حالت سے استفادہ فرمایا کرتے (۸) التبتم۔ انکسار اور عجز تمام کو کہتے ہیں۔ یتیم کا نام یتیم بھی اسی لئے ہوا کہ وہ انکسار اور عجز تام کا مورد ہوتا ہے (۹) التعبد جبکہ محب جملہ دعاوی تملیک نفس و مال و عزت سے دستبردار ہو کر سارے دل و جان سے دوسرے کا غلام بن جائے (۱۰) خلت جبکہ دل وسوسہ غیر سے اور عقل تعقل غیر سے اور نیت و عزم تعبد و تشوق غیر سے کلیتہً خالی ہو جاتا ہے۔ اس مرتبہ کی تکمیل سیدنا ابراہیمؑ اور سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے فرمائی ہے

مشہور عوام یہ ہے کہ درجہ خلت حضرت ابراہیمؑ کے لئے ہے اور وہ خلیل الرحمٰن ہیں اور درجہ محبت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے اور وہ حبیب اللہ ہیں

لیکن دو احادیث صحیحہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیل الرحمٰن ہونا بھی ظاہر فرمایا گیا ہے (۱) اِنَّ اللّٰهَ اتَّخَذَنِیْ خَلِیْلًا کَمَا اتَّخَذَ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلًا (۲) لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ خَلِیْلًا وَّلٰکِنَّ صَاحِبَکُمْ خَلِیْلُ الرَّحْمٰنِ۔

(۱۸) وہ خطیب الانبیاء ہے۔ حدیث الشفاعت میں ہے کُنْتُ اِمَامَ النَّبِیِّیْنَ وَخَطِیْبَهُمْ

(الف) خطیب خطب سے ہے۔ خطب کے معنی فصاحت زبان ہیں اور خطیب وہ ہے جو صاحب فصاحت و بلاغت ہو قرآن مجید میں موسیٰؑ نے بھائی ہارونؑ کی صفت فصاحت کا ذکر فرمایا ہے هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ اور حدیث بالا میں ہے کہ جملہ انبیاء کے مقدس ترین گروہ میں یہ شرف حضورؐ ہی کے لئے خاص ہے صحیح مسلم کی حدیث میں ہے اُوْتِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ سادہ صاف الفاظ۔ شستہ ترکیب۔ مختصر عبارت میں ایسے معانی عالیہ کو بھر دینا جو عمیق بھی ہوں اور دقیق بھی داخل کمال فصاحت ہے۔ اور حضورؐ کا خطیب الانبیاء ہونا اسی اعتبار سے ہے (ب) خطیب خطاب سے ہے اور اس سے مراد امر و نواہی اور مواعظ و امثال کا بیان کرنے والا ہے (ج) خطب کے معنی وہ شے بھی ہیں جسمیں الوان و قلموں شامل ہوں اور خطیب وہ ہے جو جملہ انواع کلام اور اسالیب خطاب کا ماہر و قادر ہو

درس قرآن مجید

از شیخ الاسلام مفسر قرآن شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب قدس سرہم العزیز

-۲- مرتبہ:۔ شیر علی شاہ مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ایک خاص قسم کی دلچسپی ہوتی ہے یہاں لاہور میں گھر گھر سکول ہے، نیز کالج اور بے شمار ہائی سکول ہیں انگریزیت کا مرکز اور گڑھ ہے یہاں بیضاوی شریف کی توجیہات کام نہ دیں گی، عقلی اور فلسفی توجیہات کو تسلیم کیا جائے گا اور حجۃ اللہ البالغہ کے پڑھنے سے سمجھ میں آئیں گی چار مہینہ طالب العلم مزید وقت کرے تو حجۃ اللہ البالغہ پڑھ سکے گا پنجاب میں ہر جگہ علماء درس قرآن مجید شروع کر لیتے ہیں مگر چند دن کے بعد وہ بند ہو جاتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ عقل و فلسفہ کی روشنی میں ترجمہ نہیں کرتے۔

خدام الدین کا نصب العین صرف اشاعت دین ہے

الحمدللہ میرا درس کامیاب ہے اس میں خواص بھی شامل ہوتے ہیں عوام بھی، علماء بھی اور گریجویٹ بھی۔ خدا کا فضل شامل حال ہے پہلے "خدام الدین" چار سو نکلتا تھا اب[1] ۵۴۵۶ نکلتا ہے میں نہ کسی فرقے کا نام لیتا ہوں نہ کسی خاص جماعت کا "خدام الدین" میں صرف قال اللہ اور قال الرسول ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کی مقبولیت دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔

بعض علماء تو ایک دوسرے کو طعن و تشنیع کرتے ہیں ایک دوسرے کو گالیاں دیتے اور کفر کے فتوے لگاتے ہیں جس کی وجہ سے عوام میں ان کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔

حضرت مولانا شاہ انور شاہ صاحب کاشمیری ایک دفعہ کھوڑہ سے تشریف لائے اور یہاں ایک اجلاس میں انکی تقریر ہوئی۔ انہوں نے دوران تقریر فرمایا کہ ہمیں کافر کہتے ہیں مگر ہم ان کو کافر نہیں کہتے اور یہ ہمارا ان پر احسان نہیں ہے بلکہ خود اپنے اوپر احسان ہے۔ کسی کو کافر کہہ "دینا ہمکارے دارد" کفر کا فتویٰ لگانا آسان کام نہیں۔

ربط

چھٹی بات ربط آیات کے متعلق ہے آپ کو معلوم ہے کہ قرآن مجید ۲۳ سال کے عرصہ میں حسب ضرورت نازل کیا گیا ہے کبھی کل سورت نازل ہو جاتی اور کبھی سورت کا کچھ حصہ کبھی ایک آیت یا دو آیت نازل ہوتیں اور روایات سے ثابت ہے کہ بیک وقت متعدد سورتوں کا نزول جاری رہتا تھا اور رسولؐ فرماتے تھے کہ اس آیت کو فلاں آیت سے متصل کر دو فلاں آیت کو فلاں سورت میں لکھ دو اور یہ نہیں ہوتا تھا کہ سب کو ایک جگہ کیف ما اتفق جمع کر دیا جاتا۔ ان ارشادات نبویہ سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ آیات کا آپس میں کوئی خاص ربط یا تعلق ضرور ہوگا۔ اسی لئے حضورؐ فرماتے کہ فلاں آیت کے بعد اس آیت کو لکھا جائے ورنہ اگر دو آیتوں یا دو سورتوں میں کوئی خاص مناسبت اور علاقہ نہ ہوتا تو پھر حضورؐ کے فرمان (کہ فلاں آیت کو فلاں سورت میں لکھ دو) کا کیا مقصد ہوتا۔

اسی طرح بعض سورتیں بہت چھوٹی ہیں اور بعض لمبی ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض سورتوں کے مضامین مختصر اور بعض کے مضامین لمبے ہیں۔ گویا لمبی سورتوں میں چھوٹی سورتوں کے اجمال کی تفصیل ہے جس سے دو سورتوں کے درمیان ربط ظاہر ہوتا ہے اور یہی متفقہ عقیدہ ہے کہ آیات اور سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے۔ یعنی جس طرح جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے کہا آپ نے اسی کے مطابق آیتوں کو مرتب اور ہر سورتوں کو اپنی جگہ پر لکھوا دیا۔ اس سے پہلے آپ جلالین شریف، بیضاوی وغیرہ پڑھ چکے ہو۔ مگر ان کتب متداولہ نے ربط آیات کی اس خدمت کو سرانجام نہیں دیا اور نہ آپ اس کے متعلق کبھی غور کیا۔

ربط کے متعدد اقسام

ربط کے مختلف اقسام ہیں۔ ربط بین السور دو سورتوں کے درمیان باہمی ربط ربط بین الآیات دو آیتوں کے درمیان ربط ربط بین الجملتین دو جملوں کے درمیان ربط ہر سورت کی ابتداء و انتہا میں باہمی مناسبت و ربط۔ ایک سورۃ کے خاتمہ اور ابتداء میں ربط۔ انشاء اللہ العزیز جب موقعہ ان مختلف اقسام کے ربط کا ذکر ہوتا رہے گا۔

تقسیم سور۔ ترتیب سور

تعیین و تقسیم سور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ فلاں سورت ہے۔ مکی مدنی سورتوں کا امتیاز بھی وقت نزول سے ہوا ہے

مکی سورتیں اور مدنی سورتیں

جو سورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہیں وہ مکی سورتیں شمار ہوتی رہیں — اور ہجرت کے بعد جو سورتیں نازل ہوئی ہیں وہ مدنی سورتیں کہلاتی ہیں۔ بنا بریں سورہ النصر جو حجۃ الوداع بمقام منیٰ نازل ہوئی مدنی سورت کہلاتی ہے

ترتیب سور

البتہ ترتیب سور میں علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے اور بعض کے نزدیک غیر توقیفی مگر محققین کے ہاں جس طرح آیات کی ترتیب توقیفی ہے اسی طرح سورتوں کی ترتیب بھی آپ کے زمانۂ خیر و برکت میں ہوئی تھی، حفاظ نے اسی وقت قرآن مجید کو اس ترتیب سے یاد کیا تھا جواب موجود ہے اور آیتوں اور سورتوں کی ترتیب کو برقرار رکھنے کے لئے جبرائیل علیہ السلام رمضان میں حضورؐ سے دور کرتے تھے اور اخیر رمضان میں دوبار دور کیا تاکہ ترتیب کو ہمیشہ کے لئے باقی رکھا جائے۔

تو تقسیم سور اور ان کے تعیین سے ضروری طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک سورت کو دوسری سورت سے جدا کرنے اور ہر ایک الگ نام رکھنے کی کوئی خاص وجہ ہوگی اس خاص تقسیم کا کوئی منشا ہوگا اور دو سورتوں کے درمیان مابہ الامتیاز ہوگا جس کی وجہ سے علیٰحدہ سورتیں بن گئی ہیں بنا بریں ہر سورت کا خلاصہ دوسری سورت کے خلاصہ اور موضوع سے جدا ہوگا، چنانچہ ہر سورت کا خلاصہ، پھر ہر رکوع کا خلاصہ پھر اس خلاصہ کا ماخذ عرض کرتا رہوں گا۔ پھر اس خلاصہ کا ماخذ کہ یہ خلاصہ کونسی آیت سے برآمد ہوتا ہے یہ مضمون کہاں سے ماخوذ ہے فلاں نمبر آیت سے یا فلاں نمبر آیت سے[2]

چونکہ سورتوں اور آیتوں کے درمیان ربط اور دو رکوعوں کے درمیان مناسبت اور تعلق۔ سورت کا خلاصہ اور رکوع کا خلاصہ ایک جدید چیز تھی اور یہ طرز و طریقہ اکثر تفاسیر میں نہیں پایا جاتا اس وجہ سے میں نے اس مترجم قرآن مجید کا مسودہ جو آپ کے پیش نظر ہے۔ استاذ العلماء زبدۃ الصالحین حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، اسوۃ الفقہا

[2] حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ بطور جملہ معترضہ مندرجہ ذیل کلمات ارشاد فرمائے میرے پاس جو قرآن مجید ہے اس میں آیتوں پر نمبر لگائے گئے ہیں۔ اس سے آسانی رہتی ہے کہ فلاں نمبر آیت ہے تو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔

[1] یکم رمضان ۱۳۷۸ھ کی ہے اس وقت خدام الدین کی اشاعت ۵۴۵۶ تھی اب تو بفضلہ تعالیٰ سولہ ہزار سے زائد شائع ہو رہا ہے۔ "شیر علی"

حضرت مولانا محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء ہند، حضرت مولانا سلطان محمود صاحب مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی و دیگر بزرگوں کو پیش کیا اور ان سے عرض کیا کہ اس مسودہ کا معائنہ فرمادیں اگر یہ مسودہ صحیح ہو تو خدمت دین کی غرض سے شائع کیا جائے ورنہ جلا دیا جائے، چنانچہ ان بزرگوں نے ناچیز کی اس حقیر خدمت کو سراہا، چنانچہ ان تقاریظ میں سے بزرگوں کی چند تقاریظ اور بطور مشت نمونہ از خروارے آپ کو سناتا ہوں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ یہ ترجمہ اور یہ طرز ان بزرگو کی نگاہوں میں کیسا ہے استاذ العلماء حضرت مولانا شاہ انور صاحب فرماتے ہیں[1]

حضرت شیخ التفسیر کا مترجم و محشی قرآن مجید

کا مسودہ استاذ العلماء حضرت مولانا شاہ انور شاہ صاحب رح

(کی نظر میں)

اب چونکہ زمانہ کا اور دور ہے اور تقریر و تحریر کا نیا طریقہ، مقاصد قرآن کریم کی خدمت ضرورت وقت کے مناسب شروع ہوئی۔ (آگے انہوں نے اس عاجز کا نام لیا ہے اور مولانا احمد علی سے تعبیر کیا ہے عاجز نے چند بار ان کو عرض کیا کہ ناچیز کو صرف احمد علی سے پکارا جائے مگر وہ فیاض تھے اپنے خدام تلامیذ کو بھی مولانا کے نام سے نوازتے تھے) مولانا احمد علی کی خدمت ظہور میں آئی جو عاجز نے متفرق دیکھی حضرت شاہ صاحب نباض تھے چند جگہوں سے یہ معلوم کر لیتے کہ یہ کس قسم کا ترجمہ ہے ما انا علیہ و اصحابی کے موافق ہے یا مخالف۔ جس طرح آدمی دیگ سے چند چاول چکھ لیتا ہے اور تمام دیگ کے چاولوں کو ان پر قیاس کر لیتا ہے۔ انہوں نے آگے لکھا ہے۔

یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ ماضی و مستقبل میں اس کی نظیر ناممکن ہے مگر یہ کہنا بے جا نہیں کہ حق تعالیٰ نے ایک بہت بڑی خدمت جناب ممدوح سے لی اور اب انشاء اللہ العزیز عوام و خواص دونوں طبقے اس تفسیر سے اپنی تشفی کر سکیں گے اور ترجمہ پڑھانے والے حضرات بہت سی مشکلات سے رہا ہو جائیں گے میرے نزدیک خدمت قرآن کا یہ ایک نیا دور ہوگا اور ربط آیات و مقاصد رکوعات کا ایک نیا باب۔ پھر انہوں نے حقیر کے بارہ میں یہ دعا فرمائی ہے۔

حق تعالیٰ جناب موصوف کے صحیفۂ اعمال میں اس ذخیرۂ حسنہ کو ودیعت رکھے اور اہل اسلام کو اس کے پڑھنے پڑھانے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔ مجھے پوری توقع ہے کہ حق تعالیٰ نے ان بزرگوں کی دعوات صالحہ کو قبول فرمایا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب رح

مدنی کی رائے گرامی

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رح نے بھی حوصلہ افزائی فرمائی ہے اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح انہوں نے بھی شان فیاضی سے ناچیز کے ساتھ مولانا کی اعزازی ڈگری بڑھا دی ہے فرماتے ہیں۔

مولانا احمد علی (وفقہ اللہ لما یحبہ ویرضاہ واصعدہ علی تلک المراقات المرضیۃ ورقاہ آمین) کو عنایات ازلیہ کی نظر انتخاب نے ازل ہی سے چن کر اس عظیم الشان امر کے لئے سبوق بالحسنیٰ قرار دے دیا تھا جن کی جد و جہد اور جانفشانیاں[1] بفضلہ تعالیٰ عرصۂ دراز سے چمنستان میں بار آور ہو رہی ہیں۔ و ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ میں نے مولانا احمد علی کی یہ تحریر در بارۂ ربط آیات قرآنیہ و ایضاح معانیٔ قرآنیہ مختلف مقامات سے دیکھی، بحمد للہ نہایت مفید اور کارآمد تحریر پائی میری نظر سے کوئی مضمون ایسا نہیں گزرا جو کہ مسلک اہلسنت والجماعت کے خلاف ہو یا اس پر کوئی گرفت ہو سکے۔ الحمد للہ مجھے اس جملہ سے اطمینان قلب اور خوشی ہے کہ ان بزرگوں کے مصیب نظر نے اس ترجمہ اور حواشی کو اہلسنت والجماعت کے مسلک کے مطابق ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی رح کے ساتھ

حضرت شیخ التفسیر رح کی عقیدت

یہ تحسین اور رائے کسی معمولی شخصیت کی نہیں یہ ایک بہت بڑے محدث اور ولی اللہ کی تصویب و تائید ہے۔ میں مسلم لیگ کے زمانے میں کہا کرتا تھا کہ حضرت مدنی کے جوتے میں جو علم ہے وہ احمد علی کے دماغ میں نہیں۔ تم ان کی توہین کرتے ہو ان بزرگوں کی توہین کرنا حقیقت میں اپنے لئے ذلت و رسوائی خریدنا ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ ان کا نظیر موجودہ دنیا میں نہ تھا اور نہ ہے ان جیسا جامع الکمالات والصفات کون ہو سکتا ہے وہ شیخ الحدیث بھی تھے جمعیۃ العلماء ہند کے صدر بھی تھے۔ مبلغ بھی تھے اور مجاہد بھی تھے اور ہزاروں لاکھوں اہل دل کے شیخ و مرشد۔

حضرت مولانا مدنی نے اخیر میں دعائیہ کلمات ذکر کئے ہیں۔ آخر میں مولانا احمد علی کو اس کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوا دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دارین میں ان کو سرخرو اور کامیاب فرمائے اور اپنی لقاء اور رضوان کے اعلیٰ درجات سے ان کو مالا مال کرے آمین واللہ ولی التوفیق وصلی اللہ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و الہ واصحبہ وسلم۔

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب

کے تصویبی کلمات

اسوۃ الفقہا استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب نے بھی ناچیز کی ہمت افزائی فرمائی ہے[1]

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جستہ جستہ مقامات سے مطالعہ کیا اور اس طرز کو مفید اور سہل اور اقرب الی الفہم پایا۔ میری نظر میں کوئی بات مسلک اہل سنت و الجماعت کے خلاف نہیں آئی تمام ہندوستان کے مفتی اعظم رح اور صدر جمعیۃ العلماء ہند کا یہ فتویٰ ناچیز کی سعادت و سرفرازی کا موجب ہے۔ مفتی مرحوم پانچ سو علماء کے صدر تھے انکی وفات کے بعد حضرت مولانا مدنی رح صدر مقرر کئے گئے۔ میں نے ان اکابرین کو یہ مسودہ اس لئے دکھایا کہ اگر وہ اسی کو رد کرنا چاہیں تو پہلے ہی سے رد کریں ایسا نہ ہو کہ شائع ہونے کے بعد یہ حضرات اس کی مخالفت کریں ؂

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

ملتان سنٹرل جیل میں حضرت شیخ التفسیر رح

اور مفتی ہند رح اور حضرت مولانا احمد سعید صاحب رح و دیگر اکابر

میں اور حضرت مفتی صاحب ملتان سنٹرل جیل میں تھے ہمارے ساتھ حضرت مولانا

---

[1] حضرت شیخ التفسیر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ صاحب کی رائے ابتداء سے بیان فرمائی تھی۔ بزرگوں کی یہ رائیں حضرت شیخ التفسیر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے مترجم و محشی قرآن مجید کے ابتداء میں موجود ہیں اس لئے یہاں ان کا ذکر کرنا موجب تطویل ہے البتہ یہاں ان عبارتوں کو لکھا جائے گا۔ جن کا حضرت الشیخ رح نے بار بار تکرار فرمایا۔

[1] یہے حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مدنی قدس سرہ العزیز کے کارہائے نمایاں، دینی، مذہبی، علمی، تبلیغی خدمات کو ذکر فرمایا پھر ان کی رائے گرامی اول سے آخر تک سنائی یہاں صرف وہ عبارت درج کر دی گئی ہے جو حضرت شیخ التفسیر رح نے بار بار دہرائی۔

[1] حضرت شیخ التفسیر قدس سرہ العزیز نے حضرت مفتی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے من اولہ الی آخرہ سنایا تھا۔

احمد سعید صاحب اور دیگر علماء و اکابرین بھی تھے۔ حضرت مفتی صاحب کو دہلی سے گرفتار کرکے لایا گیا تھا اور مجھے یہاں لاہور سے گرفتار کرکے ملتان بھجوایا گیا تھا میں نے دورانِ قید و بند میں فرصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کو یہ مسودہ دے دیا۔ ایک مہینہ تک یہ مسودہ ان کی کوٹھڑی میں پڑا رہا۔ چونکہ وہ فارغ البال تھے اور میں نے مسودہ نصویب و تصحیح کے لئے دیا تھا۔

مفتی ھند کا فتویٰ

اس لئے وہ فرماتے ہیں ”میری نظر میں کوئی بات مسلکِ اہل سنت والجماعت کے خلاف نہیں آئی“ تاہم ہندوستان کے مفتیٔ اعظم کا یہ فتویٰ میرے لئے کافی ہے

نہ من تنہا دریں میخانہ مستم
جُنید و شبلی و عطار ہم مست

حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب خطیب جامع مسجد گوجرانوالہ نے اپنی رائے کے اخیر میں لکھا ہے۔ ”جو بعض مقامات میری نظر سے گزرے ہیں بحمد اللہ اصول اور نقل کی اس میں برابر رعایت کی گئی ہے“ ندوۃ العلماء کے مایۂ ناز محقق مخدوم العلماء حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رح کی رائے بھی موجود ہے وہ اپنی رائے میں ناچیز کے متعلق لکھتے ہیں ”مولانا عبید اللہ صاحب سندھی رح کے درس نے متعدد باکمال پیدا کئے جن میں سب سے پہلی جگہ (مولانا) احمد علی امیر انجمن خدام الدین کو حاصل ہے موصوف نے اس درس میں جو کچھ پایا اس کو وقفِ عام فرمایا“ ان بزرگوں کی دعاؤں اور حوصلہ افزائیوں سے یہ سلسلہ چلا اور بحمد اللہ چل رہا ہے۔ جلالین شریف پڑھنے سے تو آپ جلالین پڑھنے والوں کو سمجھا سکیں گے مگر عوام کو نہیں سمجھا سکیں گے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے قرآن مجید پڑھانے کی توفیق دے اور نہیں سمجھنے اور سمجھ کر پھیلانے کی توفیق بخشے

۲- رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ

کل میں نے اپنے حواشی اور ربط آیات کے متعلق بزرگوں کی آراء حضرت سید انور شاہ صاحب حضرت مولانا مدنی رح حضرت مفتی صاحب رح کی تقاریظ اجمالی طور پر بیان کی تھیں۔ چونکہ ان بزرگوں کو دیگر علمی، مذہبی، تبلیغی مصروفیات سے پوری فرصت نہ ملتی تھی

حضرت مولانا سلطان محمود صاحب کوٹھبالوی کی رائے گرامی:-

اس لئے انہوں نے چند مواضع دیکھ کر فرمایا کہ اہل سنت والجماعت کے موافق ہے اور اس مسلک کے خلاف کوئی بات اس میں نظر نہیں آئی بعض بزرگوں نے یہ مسودہ اول سے لے کر آخر تک مطالعہ فرمایا ہے۔ حضرت مولانا سلطان محمود صاحب کوٹھبالہ ضلع گجرات سابق مدرس فتح پوری جو تقریباً بیس پچیس سال مدرسہ فتحپوری میں شیخ الحدیث رہے۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد خاص ہیں میں جب دہلی گیا تو میں نے ان کو یہ مسودہ دیا اور کہا کہ اس کو الف سے ی تک تمام ایک ایک سطر اور ایک ایک لفظ مطالعہ کرنا ہوگا تاکہ بعد میں تنقیدات و اعتراضات کا سلسلہ نہ ہو۔ خدا ان کو سلامت رکھے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں جب سے فتحپوری آیا ہوں چھٹی نہیں لی۔ جب آپ نے کہا تو چھٹی لی۔ اور گھر جاکر اس کو اوّل سے آخر تک دیکھا۔ چنانچہ وہ اپنی رائے کو تحریر فرماتے ہیں۔ میں نے اس تفسیر کو اوّل سے آخر تک نہایت غور سے دیکھا ہے اور دیکھنے کے بعد جس نتیجہ کو پہنچا ہوں وہ یہ ہے:-

(۱) اوّل سے آخر تک کوئی بات ایسی نہیں پائی جو اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف ہو۔

۲- ربط آیات اس خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جس کی نظیر زمانہ ماضیہ میں معدوم الوجود ہے،

۳- مطالب و مضامین قرآن کریم کی تشریح میں خیر الکلام ماقل ودل کے مطابق اختصار بھی ہے اور باوجود اختصار کے پیرایۂ بیان نہایت سہل و سلیس ہے۔

۴- اصول اسلام و ترقی و تنزل کے اسباب اس خوبی سے واضح کئے ہیں کہ کوئی اُلجھن باقی نہیں چھوڑی۔ قرآن شریف کی ایک امتیازی شان پیدا کر دی ہے۔ پڑھنے والے کی طبیعت کو کامل سیری حاصل ہو جاتی ہے۔ نزول قرآن مجید کی جو اصل غرض تھی (کہ اہل اسلام کو ایک مکمل دستور العمل دیا جائے) اس کی بے مثل تشریح ہے،

۵- جو حضرات فرض تبلیغ کو اپنے ذمہ لئے ہوئے ہیں ان کے لئے بے نظیر سرمایہ ہے۔

۶- زمانہ موجودہ کے لحاظ سے ہر طبقہ کو مفید خصوصاً نئی روشنی کے دلدادہ حضرات کو از حد مفید و مرغوب الطبع واقع ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے مجھ پر، ورنہ میں کچھ نہیں۔ وہ جس سے چاہے کام کرائے۔ اور بھی کئی تقاریظ ہیں۔ مگر میں نے مشت نمونہ از خروارے طور پر بزرگوں کی چند تقاریظ پیش کیں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ اکابرین دیوبند اور بزرگان دین کی نگاہوں میں یہ ترجمہ کیسا ہے۔ انشاء اللہ العزیز آپ خود بخود یہ فیصلہ کر سکیں گے کہ آپ نے جلالین اور بیضاوی کے ضمن میں ترجمہ پڑھا تھا اس سے قرآن سمجھنے اور سمجھانے میں کوئی خاص دلچسپی اور کشش نہیں تھی۔ اب بفضلہ تعالیٰ آپ کو اس کتاب سے خاص لگاؤ اور دلچسپی پیدا ہوگی۔ اور اس کے پڑھنے میں سرور و اطمینان قلب حاصل ہوگا۔ لاکھوں مسلمان موجود ہیں۔ مگر خدمت قرآن کی یہ مقدس نعمت اور سعادت بہت کم خوش قسمت اصحاب کو نصیب ہوتی ہے۔ مجھ پر تو اللہ تعالیٰ کے ان گنت احسانات ہیں مدت دراز سے خداوند کریم نے اپنی کتاب کی اشاعت کے مواقع میسر فرمائے ہیں۔ مدینہ طیبہ میں کسی ہندوستانی عالم کا بیٹا درس و تدریس کے فرائض انجام نہیں دیتا۔ میرا لڑکا مولوی حبیب اللہ خوش قسمتی سے وہاں روضۂ اقدس کے جوار میں قرآن و حدیث کا درس دیتا ہے پہلے وہ اردو میں پڑھایا کرتا تھا اب عربی میں پڑھاتا ہے حکومت نے باقاعدہ امتحان لیا۔ وہاں کے تین نگران مقرر کئے حرم میں اس سے پرچے لئے گئے پھر وہ جوابی پرچے مکہ معظمہ کے بڑے بڑے علماء و شیوخ کو بھیجے گئے انہوں نے لکھا کہ یہ مسجد نبویؐ میں قرآن و حدیث کا درس دینے کے لائق اور اہل ہے حضرت مولانا سید محمود صاحب حضرت مولانا مدنی رح کے چھوٹے بھائی تھے وہاں مدرسہ علوم الشرعیہ قائم کیا ہے مولانا سید محمود صاحب کے بیٹے مولانا سید حبیب صاحب نے مولوی حبیب اللہ کو ایک دن کہا کہ یہاں عام افواہ ہے کہ ترکوں کے دورِ حکومت میں یہاں مسجد نبویؐ میں تدریس عربی زبان میں ہوا کرتی تھی اب اردو میں ہو رہی ہے۔ آپ عربی میں تدریس شروع کریں چنانچہ مولوی حبیب اللہ نے اس وقت سے عربی زبان میں تدریس شروع کی اور آج تک عربی زبان میں قرآن و حدیث کا درس دے رہا ہے اگرچہ ہماری عربی میں ابتدائی مراحل میں کچھ خامیاں اور غلطیاں ہوتی رہتی ہیں مگر آہستہ آہستہ مزاولہ اور استعمال سے عربی درست ہو جاتی ہے اب اس کے حلقۂ درس میں مصری، شامی، مکی مدنی طلبہ شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہ اور رحمت ہے۔ کہ قبولیت عامہ ہے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اب ترجمہ پڑھنے سے آپ حضرات کو قرآنی تعلیمات کے اغراض و مقاصد واضح ہو جائیں گے۔ یہ بات یاد رکھیں کہ ترجمہ تو تفاسیر اور تراجم کے مطالعہ سے بھی سمجھ میں آسکتا ہے مگر استاد سے مشافہۃً سننے دیکھنے اور پڑھنے سے شرح صدر ہوتی ہے جو تفاسیر اور حواشی وغیرہ کے دیکھنے سے نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ اس خدمت کو تادیر سرانجام دے سکوں

باقی میں نے یہ بات عرض کی تھی کہ

نہ من تنہا دریں میخانہ مستم
جنید و شبلی و عطارہم مست

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس کی خصوصی عنایات ہیں اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی توجہات ہیں ورنہ میں نے تو عرض کیا تھا کہ رکچھ بھی نہیں اللہ کا فضل ہے جس سے چاہیے کام لے۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ صاحب جیسے بزرگ کی توجہات اس ناچیز کو حاصل ہیں میں انتخابات کے زمانہ میں کہا کرتا تھا کہ مولانا مدنی کے جوتے میں جو علم ہے وہ احمد علیؒ کے دماغ میں نہیں۔ تو ان حضرات کی تائید و تصویب کے بعد بھی اگر کوئی مخالفت کرے تو کوئی پرواہ نہیں۔ ایک دفعہ یہاں لاہور میں ایک اجلاس کے لئے حضرت مولانا شاہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مدنی صاحب تشریف لائے تھے۔ میری بھی اس میں تقریر تھی۔ میں نے اپنی تقریر میں کہا کہ اگر خدا مجھ سے پوچھے کہ تو نے کیا کیا ہے میں جواب میں عرض کر دوں گا کہ ان دو بزرگوں کی دعاؤں اور روحانی توجہات سے ترجمۂ کلام پاک کی یہ خدمت سرانجام دی ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی یہ خدمت قبول ہو چکی ہے۔ اولئک آبائی فجئنی بمثلہم
اذا جمعتنا یا جریر المجامع

حضرت مولانا انور شاہ صاحب کی

پیشگوئی۔ کہ انشاء اللہ تعالیٰ حضرت شیخ التفسیر کی خدمت قبول ہو چکی ہے:۔

مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ العزیز ان بزرگوں کی تائید اکمل ہوگی اور مقبولیت خداوندی کا ذریعہ میری عادت ہے کہ میں پہلے پارۂ اخیر کے ربع اخیر میں چند سورتوں کے عنوانات اور ماخذ بیان کروں گا۔ ان میں سے جو مناسب سمجھوں گا۔ اس کی تفسیر عرض کروں گا۔ ان چھوٹی سورتوں کے عنوانات اور ماخذ سمجھنے سے انشاء اللہ العزیز لمبی لمبی سورتوں کے عنوانات اور ماخذوں میں آسانی ہوگی۔ یاد رہے کہ میں ہر سورت کا خلاصہ پہلے عرض کروں گا۔ پھر ہر رکوع کا اور ماخذ بیان کروں گا۔ جس سورت میں رکوع نہ ہو وہاں صرف سورت کے خلاصہ کو ذکر کروں گا۔

محمد مصطفےٰ آئے حبیب کبریا آئے
عرب کے پیشوا آئے عجم کے رہنما آئے

نبی انس و جن آئے وہ احمد مجتبیٰ آئے
شہ ہر دو سرا آئے ہمارے پیشوا آئے

ایک مفسّرِ قرآن، ایک ولیٔ زمان

(قسط ۲)

(چوھدری محمد یوسف ایم۔اے)

گوجرانوالہ کے قرب وجوار میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جو عرفِ عام میں جلال کے نام سے مشہور ہے۔ بظاہر تو یہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ لیکن حقیقت میں بڑے بڑے شہروں کا جلال وجمال اور رعب و طنطنہ اس گاؤں کی دیواروں میں دفن ہے۔ یہاں کج کلاہوں کے ایوان جھکتے دکھائی دیتے ہیں محلات کی بلندیاں یہاں کی پستیوں کے حضور سرنگوں ہونے میں فخر محسوس کرتی ہیں۔ اغلباً اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ اس مختصر سے گاؤں نے اہل دنیا کو ایک ایسا صاحب جمال، صاحب جلال اور صاحب کمال عطا کیا۔ جس کی دل سوز اور دلدوز یادیں قلب گیتی میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو کر رہ گئی ہیں۔ اس گاؤں کے ماحول میں لہلہاتی ہوئی فصلوں کا ایک جال بچھا ہوا ہے۔ سبزہ زاروں پر شبنمی قطروں کا وجود اپنے اندر قوسِ قزح کی نرماہٹ اور راس کا گداز لیے ہوئے ہے۔ شہنشاہ مشرق صبح کے وقت جب انگڑائی لے کر بیدار ہوتا ہے۔ تو اس کی طلائی کرنیں بہتے ہوئے چشمے کے صاف و شفاف پانی میں آنکھ مچولی کرتی نظر آتی ہیں۔ غرض یہاں کی ہر چیز عجیب بہار دیتی ہے۔ لیکن کچے مکانوں کی سادگی و شستگی۔ خاموشی و دل سوزی اور سرمستی و رعنائی اس قدر جاذب نظر اور ہوشربا ہے کہ ایوانِ شاہی کی بے مائگی واضح طور پر ابھر کر نظر کے سامنے جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ زبان و بیان اور قلب و جگر ہم آہنگ ہو کر بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں۔

میں ناخوش و بیزار ہوں مرمر کی سلوں سے
میرے لیے مٹی کا حرم اور بنا دو،

لیکن مادہ پرستوں کی مادی دنیا میں اس قسم کی باتیں مہمل اور بے تکی سی معلوم ہوتی ہیں کیونکہ آج ہر فرد و بشر ہر کہتر و مہتر اور ہر شاہ وگدا کے دل و دماغ میں یہ خواہش اور یہ امنگ ابھر رہی ہے۔ کہ ان کے گھر کی پستیاں محلات کی بلندیوں میں بدل جائیں۔ قصرِ شاہی بجلی کے چراغوں سے فروزاں ہو ہر آن اور ہر گھڑی نوکر چاکر اور حشم و خدم بارگاہِ انانیت میں سجدہ ریز ہوں۔ غرض اس قسم کی ہزاروں خواہشیں ابنِ آدم کے قلب و جگر میں شگاف ڈال رہی ہیں۔ لیکن جاہ و حشمت اور دولت و ثروت کے اس تبکدہ کے پجاریوں کو کیا معلوم جو صبر و قرار اور سکون و طمانیت مٹی کے گھروندوں میں دستیاب ہوتا ہے وہ بھلا عشرت کدوں میں کہاں ان ذی شان عمارات میں خورد و نوش آب و طعام اور نشست و برخاست کے گوناگوں لوازمات تو مہیا ہو سکتے ہیں۔ رقص و سرود کی محفلیں دستیاب ہو سکتی ہیں۔ الہڑ جوانیوں کا ناچ رنگ میسر آ سکتا ہے۔ ہم نشینانِ زلیخا کے لبہائے لعلیں کا رس مہیا ہو سکتا ہے۔ شراب نوشی اور عیش کوشی کی محفلیں سجی سجائی نظر آ سکتی ہیں۔ لیکن سکون و طمانیت کی وہ دولت بے بہا ان محلات کے مقدر میں کہاں۔ جو جھونپڑوں کی سادگی سادہ دلوں کو عطا کرتی ہے۔ بھلا اونچے اونچے محلات میں رہنے والے عیش و نشاط کی گھڑیاں بسر کرنے والے۔ بزم انبساط میں رنگ رلیاں منانے والے کیا جانیں کہ جھونپڑوں کے قدر کتنے ہوتے ہیں۔ یہ بات تو آمنہ کے لال سے پوچھو۔ یثرب کے چودھری اور یتیم مکہ سے پوچھو جس نے فطرت کے اس سربستہ راز کو فاش کر دیا۔ وہ دیکھو سیّد المرسلین چند اصحاب کی معیّت میں شہر کے ایک بازار میں سے گزر رہے ہیں۔ آپ ایک اونچے مکان کی بلندی کو دیکھ کر دم بخود ہو کر رہ گئے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ مکان تو کسی جلیل القدر اصحابیٔ رسول کا ہے۔ یہ سن کر دل مرتضٰے بے چین ہو گیا۔ بے قرار ہو گیا۔ اس مکان کا مالک یعنی صحابیٔ رسول صورتِ احوال سے آگاہ ہو کر دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر ناراضگیٔ رسول کی وجہ پوچھ رہا ہے پیغمبر انسانیت اور فخرِ آدمیت نے فرمایا اے اصحابیٔ رسول! تیرے مکان کی بلندیوں اور رفعتوں سے میری امت کے غریبوں کے چہرے بجھ گئے ہیں۔ جگر کٹ گئے ہیں۔ دل فگار ہو گئے ہیں۔ اور جب تک تم اس مکان کی بلندیوں کو پیوندِ زمین ہونے کا عبرت ناک درس نہیں دیتے دلِ مصطفٰے خوش و خرّم اور مسرور و شاداں ہو نہیں سکتا۔ یتیم مکہ کی غریب نوازی کی یہ مثال دنیا کا کوئی ریفارمر یا لیڈر پیش کر سکتا ہے؟ کاش لینن۔ کارل مارکس مسولینی اور ڈاروِن کی تھیوری پڑھنے والے چہرۂ نبوت جھانک کر دیکھیں امید واثق اور یقین غالب ہے کہ ان کے دلوں میں اسلام کی حقانیت خود بخود جاگزین ہو جائے گی اور اسلام کے خلاف چلنے والی تنقید کی بے لگام زبان آنِ واحد میں کٹ کر رہ جائے۔ ہاں تو میں گوجرانوالہ کے نواحی گاؤں جلال کا ذکر کر رہا تھا تقریباً ایک صدی قبل اسی گاؤں میں ایک ہندو سنار رہتا تھا۔ جس کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا۔ باپ نے پال پوس کر جوان کیا۔ نخلِ آرزو پھلتے پھولتے دیکھ کر قلب پدر شادکام ہو گیا۔ یہ بچہ عالم شباب کو پہنچا تو کاروبارِ تجارت اختیار کیا۔ امارت اس کی لونڈی تھی اور دولت اس کی باندی تھی تجارت کی غرض سے دور دراز علاقوں کا سفر کرتا رہا۔ دوران مسافرت اس غیر مسلم نوجوان کو خدا پرستوں کی ایک جماعت سے سابقہ آ پڑا۔ پھر کیا تھا۔ تیغ لا الٰہ الا اللہ کی ایک ہی ضرب کاری نے اس غیر مسلم کے دل کی دنیا ہی بدل ڈالی۔ کفر و الحاد سرنگوں ہو گیا اور سینے کی پہنائیوں میں نورِ ہدایت کا چشمہ ابلنے لگا۔ یہ دریائے معرفت اپنی موجوں میں بہے جا رہا تھا اور اس نوجوان کو اپنی موجوں میں بہائے جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ یہ نوجوان مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ جاہ و دولت سے بے نیاز ہو گیا۔ امارت سے روٹھ گیا۔ شان و شوکت، فقر و استغنا میں بدل کر رہ گئی۔ اب یہ نو مسلم غمِ روزگار بہلانے کے لیے گاؤں کی ایک چھوٹی سی دکان پہ اکتفا کرنے لگا اور زیادہ سے زیادہ وقت دینِ مصطفوی کی نشر و اشاعت میں صرف کرنے لگا۔ کہیں گاؤں کے بچوں کو قرآنِ پاک پڑھایا جا رہا ہے۔ کہیں توحید کے نغمات گونج رہے ہیں۔ کہیں حدیث رسول بیان کی جا رہی ہے۔ غرض اسی دھن میں زندگی کے لمحات گزر رہے ہیں۔ اور تشنگانِ

دین اسی چشمۂ فیض سے سیراب ہو رہے ہیں۔ ؎

سینہ روشن ہو تو ہے سوزِ سخن عینِ حیات
ہو نہ روشن، تو سخن مرگِ دوام اے ساقی

اب میاں بیوی کے قدم بڑھاپے کی طرف بڑھ رہے ہیں جوانی ڈھل رہی ہے۔ شباب کو نیند آ رہی ہے اندریں حالات ایک بچے کی خواہش دل کو گدگدا رہی ہے۔ دستِ دعا اٹھتے ہیں۔ لبوں پر یہ نغمۂ سرمدی جلال خداوندی کو پکارتا ہے۔ ؎

تو مری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ
ترے پیمانے میں ہے ماہِ تمام اے ساقی

یہ آواز اور یہ التجا بارگاہِ خداوندی میں پہنچی ہی تھی کہ فطرت نے لبیک کہا۔ دعا گوؤں کے دامنِ تہی کو گوہرِ مراد سے بھر دیا۔ تمناؤں کا مسکراتا ہوا پھول مل گیا۔ آنکھوں کا تارا مل گیا۔ بوڑھی ہڈیوں کا سہارا مل گیا۔ لیکن رازِ فطرت کو کون جانتا تھا۔ کہ آج کا یہ بچہ احمد علی آنے والے دور کا مفسرِ قرآن ہے ولیِ زمان ہے۔

بقیہ: مجلس ذکر ص ۱۴ سے آگے

انھیں دعوٰی ہے کہ وہ سینکڑوں میل کا سفر کر کے اصلاحِ حال کے لیے بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ ان میں بھی ان روحانی بیماریوں کی کمی نہیں۔ اللہ تعالٰے سب کو ہدایت فرمائے۔

ظاہر و باطن میں یکسانیت انتہائی ضروری ہے۔ لیکن آج کل حال یہ ہو گیا ہے کہ یہ لوگ اوپر سے آپ سے میٹھی میٹھی باتیں کرتے ہوں گے۔ اور دل میں زہر بھرا ہو گا۔ آدمی نگاہوں سے دور ہوا نہیں کہ غیبت چغلی اور نفاق کا دور دورہ شروع ہو جائے گا کیا یہی امتِ مسلمہ کے لچھن ہونے چاہئیں؟ اخلاق اور غریبوں سے ہمدردی کا اس قدر فقدان ہو گیا ہے کہ ایک شخص فرسٹ کلاس یا سیکنڈ کلاس کے ڈبے میں سینکڑوں روپے سیٹ ریزرو کرانے کے لیے بلا کسی پس و پیش کے دے دیتا ہے۔ لیکن جب قلی کو چار آنے دینا پڑتے ہیں تو چیخ اٹھتا ہے دو دو آنے پر جھگڑتا ہے۔ یہ بھی خیال نہیں کرتا کہ کم از کم بے چارے کی محنت ہی پوری ادا کر دوں۔ ایسے واقعات میں نے اکثر اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ میں امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں ریل کا سفر کر رہا تھا۔ اتفاق سے ایک سٹیشن پر دیکھا کہ ایک قلی اور ایک نہایت ہی اپ ٹو ڈیٹ ہندو میں جھگڑا ہو رہا ہے۔ ہندو کہتا ہے کہ میں تو صرف دو آنے دوں گا۔ قلی کہتا ہے " جناب یہ دو آنے کا کام ہے۔ اتنا سامان اور پھر اس قدر فاصلے پر لانا اور گاڑی پر چڑھانا۔ یہ تو صریحاً ظلم ہے" جھگڑا اچل رہا تھا۔ لوگ جمع ہو کر تماشہ دیکھنے میں مصروف تھے۔ حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دیکھا اور مجھ سے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ میں نے حقیقت حال بتائی چپکے سے اٹھ کر گئے۔ اور قلی کو علیحدہ لے جا کر پانچ روپے کا نوٹ ہاتھ میں دے دیا اور کہا بھائی جانے دو اب جھگڑا رہنے دو۔

حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ یہ گوارا نہ فرما سکے کہ قلی کو نقصان پہنچے اور اپنے پلے سے پانچ روپے کی رقم نکال کر دے دی جو شاید اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی

برادرانِ محترم! یہ حال ہوتا ہے متبعین سنتِ اہل اللہ کا۔ وہ لوگ جنہوں نے اللہ والوں کے ہاں تربیت پائی ہوئی ہے۔ اور جن کی زندگیوں پر اسلام کا رنگ چڑھا ہوا ہے۔ وہ کسی کی تکلیف دیکھ ہی نہیں سکتے وہ کسی دوسرے انسان کا دکھ دیکھ کر تڑپ جاتے ہیں۔ پھڑک جاتے ہیں۔ اپنے آپ کو پریشانی میں مبتلا کر سکتے ہیں لیکن دوسرے کا دکھ دیکھنا۔ ان کے بس کی بات نہیں ہوتی اور ایسے ہی نیک اور مقبولانِ بارگاہِ الٰہی ہوتے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر اسلام کی عظمت کا سکہ دوسروں کے دلوں پر بیٹھتا ہے اور ان کی گردنیں اسلام کے آستانہ رحمت کے سامنے جھک جاتی ہیں۔ اللہ تعالٰے ہمیں صحیح معنوں میں مسلمان بنائے۔ اخلاق کی نعمت سے مالا مال کرے اور ہمدردی کا جذبہ ہماری طبیعتوں میں ودیعت کرے۔

بقیہ آفتابِ نبوت ص ۱۷

ہے جسے ہم مسلمان جبریئل کہتے ہیں۔ اور یہ فریقین کے نزدیک مسلّم بات ہے کہ بندوں کی راہنمائی کے لئے بندے ہی آتے ہیں۔ اور آتے رہے نہ کہ فرشتے دیکھو حضرت آدم سے لے کر حضرت محمدؐ تک جتنا زمانہ گزرا اور اس زمانہ میں مختلف قوموں میں جتنے نبی اور رسول اور مصلح آئے سب کے سب انسان ہی تھے۔ کوئی فرشتہ نہ تھا۔ ہاں رسول اور نبیوں کی طرف فرشتے کتابیں بحکم خدا تعالیٰ اتارتے ہیں۔ کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ کسی زمانہ میں کسی قوم کی اصلاح کے لئے روح القدس یعنی جبرئیل یا کوئی اور فرشتہ تشریف لایا ہو۔

فرشتے انسانوں کے رہنما یا نبی نہیں ہو سکتے

انسان کی خلقت یعنی پیدائش مٹی سے ہے اور فرشتوں کی نور سے انسان اپنی کثافت کے باعث نور اور نورانی مخلوق کے دیکھنے سے قاصر ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی اصلاح کے لیے انسان ہی بھیجے اگر فرشتے آتے اور انسان ان کی آواز سن کر عمل کرنا شروع کرتے تو جن اور شیاطین بھی آوازیں دے دیکر لوگوں کو گمراہ کرتے اور لوگ جہالت کے باعث یہی سمجھتے کہ دونوں آوازیں فرشتوں کی ہیں اسی لئے انسانوں کے لئے انسان ہی رسول بنائے گئے۔

اگر مددگار سے روح القدس مراد ہوتا تو حضرت مسیح خود بخود فرما دیتے۔ کہ میں تمہاری امداد کے لئے روح القدس بھیج دوں گا۔ ان کا اس طرح نہ فرمانا اس بات کی صاف دلیل ہے۔ کہ روح القدس مراد نہیں۔ بلکہ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی طرف اشارہ گیا

روح القدس کے آنے کا بہترین موقع

آج دنیا کے اندر مختلف مذاہب اور قسم قسم کی اقوام پائی جاتی ہیں۔ لیکن تمام اقوامِ عالم سے زیادہ زنا کار۔ شراب خور۔ سؤر خوار اور بے غیرت نصرانیوں کی قوم ہے۔ ان قبیح برے فعلوں کے علاوہ بت فروشی بت سازی کی ناپاک عادت بھی اس قوم کے اندر کمال درجہ تک پہنچ چکی ہے۔ لہٰذا روح القدس کا موجودہ وقت میں تشریف لانا نہایت ضروری تھا۔ بلکہ آنے کا یہ ہی بہترین موقعہ تھا ؎

وقت پر قطرہ بہت ہے ابرِ خوش ہنگام کا
جل گیا جب کھیت پھر برسا تو وہ کس کام کا

لیکن ۱۹ صدیاں اور کئی برس گزر گئے۔ لیکن روح القدس تشریف نہ لائے تو معاذ اللہ

حضرت مسیح کا فرمانا جھوٹا ہوا۔ لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ اس پیشن گوئی میں حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کی طرف اشارہ ہے۔ اور وہ جلوہ افروز ہو گئے۔ اور مسیح کی بشارت پوری ہوئی۔

اگر ہم تسلیم کر لیں کہ روح القدس مراد

گذشتہ سے پیوستہ

آفتاب نبوت

جامع شریعت طریقت حضرات مولانا بشیر احمد صاحب پسروری مدظلہ خلیفہ مجاز حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ

دوسری پیشین گوئی

حضرت یوحنا کی شہادت دوبارہ تشریف آوری آنحضرت
"لیکن جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے زورآور ہے۔ میں اس کی جوتیاں اٹھانے کے لائق نہیں وہ تمہیں روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا" متی کی انجیل باب ۳ آئت ۱۱۔ مرقس باب اوّل آئت ۷۔ انجیل لوقا باب ۳ آئت ۱۶۔ یہ عبارت متی سے منقول ہے مرقس اور لوقا کا مضمون یہی ہے۔ لیکن عبارت ذرا مختلف ہے۔ اس عبارت میں حضرت یوحنا نے آنے والے نبی کی یہ علامت بیان فرمائی۔

پہلی علامت

مجھ سے زور آور زیادہ ہوگا۔ سبحان اللہ محمد مصطفےٰ صلعم اتنے زبردست اور دلاور تھے۔ کہ ۲۳ برس کے قلیل عرصہ میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انسانوں کو شرک وکفر کی خاردار جھاڑیوں سے نکال کر گلشن اسلام میں داخل کر دیا۔

آنحضرت کی شجاعت

حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ایسے بہادر اور عالی ہمت تھے کہ اکیلے میدان میں تشریف لا کر جمیع اقوام عالم کو للکار کر توحید کی طرف بلایا۔ اور نجات کا پیغام سنایا۔ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۞ اے لوگو بیشک میں تم سب کا نبی ہوں۔ بالآخر تھوڑے سے زمانہ میں شاندار کامیابی حاصل کر کے دربار الٰہی میں تشریف لے گئے۔ میدان جنگ میں آنحضرت سب سے آگے رہتے تھے۔ جنگ اُحد میں ایک دفعہ مسلمان پراگندہ ہوگئے۔ لیکن آنحضرت صلعم اپنی جگہ پر ثابت قدم رہے اور بآوازِ بلند فرماتے رہے اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ (میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں) آپ کی اس ہمت اور استقلال کی بدولت مسلمانوں کو کامیابی نصیب ہوئی

دوسری علامت

اپنی کھلیان خوب صاف کرے گا اپنے کھتی میں جمع کرے گا۔ مگر بھوسے میں جلائے گا۔ جو بجھنے کی نہیں

الفاظ کی تشریح

آنے والا نبی اپنی امت کی خوب اصلاح کرے گا۔ فرمانبرداروں کو اپنے پاک میدان میں جمع کرے گا۔ اور بے فرمانوں کو ایسی آگ میں جلائے گا جو بجھنے کی نہیں

خلاصہ

آنحضرت نے لوگوں کی اصلاح کے لئے بے انتہا کوشش کی۔ جو نیک چلن اور پرہیزگار بن گئے۔ ان کی اپنی امت میں داخل فرما کر بہشت کا وارث بنایا اور بدمعاشوں گنہگاروں کو جہنم کا ایندھن بنایا جس کی آگ کبھی نہ بجھے گی۔

ایک غلط خیال

بعضے عیسائی کہتے ہیں کہ اس عبارت میں جس آنے والے کا ذکر ہے۔ وہ حضرت مسیح بن مریم ہیں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو یہاں سے ثابت کرنا سخت غلطی ہے۔

جواب

حضرت مسیح کی طرف اس عبارت کا اشارہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس کی دو دلیلیں ہیں

دلیل اوّل

پہلی دلیل یہ ہے کہ حضرت مسیح یوحنا کے پیچھے نہیں آئے دونوں ایک ہی زمانہ میں موجود تھے۔ اور پیشین گوئی میں یوں آیا ہے (جو میرے بعد آتا ہے) لہٰذا حضرت مسیح کی طرف اشارہ نہیں ہو سکتا۔

دلیل دوم

دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت مسیح نے یوحنا سے بپتسمہ لیا تھا (متی باب ۳ آئت ۱۳ سے ۱۶ تک مرقس باب ۱ آئت ۹ لوقا باب ۳ آئت ۲۱ - ۲۲)

جب حضرت مسیح نے یوحنا سے بپتسمہ لیا تو گویا وہ مرید اور یوحنا مرشد یا مسیح شاگرد اور یوحنا استاد ٹھہرے۔ اور یقیناً استاد ٹھہرے۔ اور یقیناً استاد اور مرشد کا شان شاگرد اور مرید سے بہت بلند ہوتا ہے شاگرد اور مرید کے متعلق کوئی مرشد یا استاد نہیں کہتا کہ میں اس کی جوتی اٹھانے کے قابل نہیں بلکہ

مرقس کے اندر تو لکھا ہے کہ میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے۔ جو مجھ سے زور آور ہے۔ میں اس لائق نہیں کہ جھک کر اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں۔ مرقس باب ۱ آئت ۷

تیسری پیشین گوئی

حضرت مسیح علیہ السلام کی مبارک زبان سے

میں باپ سے درخواست کروں گا۔ تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا۔ کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے (انجیل یوحنا باب ۱۴ آئت ۱۶)

خلاصہ

اس آئت میں حضرت مسیح علیہ السلام نے بطور تسلی کے فرمایا۔ کہ میں باپ سے درخواست کروں گا۔ کہ وہ دوسرا مددگار تمہیں بخشیگا۔ اس عبارت میں آنے والے نبی کی دو نشانیاں بتائی گئی ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ وہ نبی مددگار ہوگا چنانچہ ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام غریبوں کے غمخوار مسکینوں کے مددگار مسافروں کے ہمدرد عاجزوں کے معاون بیکسوں اور یتیموں کے غمگسار تھے۔ اسلئے جناب کا اسم گرامی ناصر اور کاشف الکرب بھی معتبر اور مقدس کتابوں میں آیا ہے۔ ناصر کے معنی مددگار اور کاشف الکرب کے معنی تکلیفوں کو مٹانے والا کے ہیں جناب کے اندر یہ دونوں اوصاف موجود تھے مولانا حالی مرحوم نے جناب کے اس وصف کو اپنی نظم میں رقم کیا ہے ؎

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانیوالا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنیوالا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماوےٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولا

پھر مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "وہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔

حضرت نبی عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ عمر بھر اپنی امت کی خبرگیری میں رہے اور وصال کے بعد بھی اپنی امت کے اندر ہی رہنا منظور کیا۔

پادری کا سوال

اس مضمون اور عبارت میں جس کی بشارت حضرت خداوند یسوع مسیح علیہ السلام نے فرمائی۔ اس سے حضرت محمد مراد نہیں۔ بلکہ روح القدس کے بھیجنے کا دورہ اور اشارہ ہے۔

سوال کا جواب

پادری صاحب یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ روح القدس ایک فرشتے کا نام

صاحب جیسا راہنما عطا فرمایا ہے۔ جمعیۃ احرار اسلام کی نگاہ دور رس نے انہیں خوبیوں کے باعث ماسٹر صاحب کو عہدۂ جلیلہ عطا فرمایا ہے۔

معزز حضرات جمعیۃ احرار کے رہنماؤں اور رضاکاروں کے لئے جو کچھ میں نے عرض کیا ہے اس میں تصنع اور بناوٹ ہرگز نہیں ہے بلکہ میرے دل کے جذبات کا ایک دھندھلا خاکہ ہے جو صفحہ قرطاس پر لا کر آپ کے گوش گزار کیا ہے۔

ایک مرتبہ خطبۂ جمعہ میں فرمایا "حکومت کہتی ہے عطاء اللہ شاہ فساد پھیلاتا ہے ان اللہ کے بندوں کو معلوم نہیں کہ اگر عطاء اللہ شاہ فساد پہ آمادہ ہو جائے تو میرزائیت کا قلعہ قائم نہیں رہ سکتا میں کہتا ہوں اگر بخاری شام کو حکم دے دیں تو صبح ہونے سے پہلے ربوہ کی اینٹ سے اینٹ بج جائے" پھر فرمایا "حکومت کی گولیوں اور بندوقوں میں وہ طاقت نہیں جو علماء کی زبان میں ہے ہمارے ایک عطاء اللہ شاہ بخاری بحمد للہ سب پر بھاری ہیں۔ اور جب تک وہ زندہ ہیں اسلام کو کوئی خطرہ نہیں"! اور ایک مرتبہ تو حضرت رحمۃ اللہ نے آپ کے متعلق یہاں تک ارشاد فرمایا تھا:

"محشر کا دن ہوگا۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوں گے۔ صحابہ بھی ساتھ ہوں گے بخاری آئے گا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معانقہ فرمائیں گے۔ اور کہیں گے۔ "بخاری! تیری ساری زندگی عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت میں گزری اور کتاب و سنت کی نشر و اشاعت میں صرف ہوئی، آج میدان محشر میں تیرا شفیع میں ہوں۔ تیرے لئے کوئی باز پرس نہیں۔ جا اور اپنے ساتھیوں سمیت، جنت میں داخل ہو جا۔ تیرے اور تیری جماعت کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھلے ہیں جس طرف سے جا ہو کھلے بندوں جنت میں داخل ہو سکتے ہو"۔

حضرت رحمۃ اللہ کا یہ فرمانا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ وہ اس مقام پر تھے کہ کہا جا سکتا ہے ؎

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

شاہ جی کا اپنا یہ حال تھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو گھنٹوں ہنساتے رہتے۔ طرح طرح کی باتوں سے حضرت علیہ الرحمۃ کا دل بہلاتے اور اکثر ایسا ہوتا کہ فرط عقیدت سے کبھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے اور کبھی حضرتؒ کی ڈاڑھی مبارک چومنے لگتے۔

شاہ جی واقعی ایک عہد، ایک انجمن اور ایک تاریخ تھے۔ گفتگو طرازی میں ان کی نظیر ملنا مشکل ہے، علم و حکمت کے موتی بکھیرتے تو شبیر جبریل کے کان کترتے قرآن کے معانی بیان فرماتے تو مضامین کے انبار لگا دیتے۔ چنانچہ اسی سے متاثر ہو کر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔ "شاہ جی کی باتیں عطاء الٰہی ہوتی ہیں"۔

محترم حضرات: بے شک، اسلام اقوام غیر کی تقلید میں کسی کا دن منانے کی کوئی تلقین اپنے ماننے والوں کو نہیں کرتا۔ لیکن انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین کی یاد تازہ رکھنے کا ہمہ وقتی پروگرام اس کے پاس ضرور موجود ہے اور جس کا اعلان نماز کی ہر رکعت میں، صراط الذین انعمت علیہم کی روح پرور دعا سے ایک مسلمان ہر روز کرتا ہے — خداوند قدوس کا راہ ہدایت کو انعام یافتہ لوگوں کی تابعداری کے ساتھ مخصوص کر دینا اس بات کا بیّن اور واضح ثبوت ہے کہ وہ انبیاء و صلحاء کے کارناموں کو زندہ و تابندہ رکھنے کا سبق امت مسلمہ کو دینا چاہتا ہے اور اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ مسلمان نہ صرف بزرگان ملت کے تذکرے سے حرارت قلب و روح کا سامان مہیا کریں بلکہ ان کے نقش قدم پر چلنے کا عزم بالجزم بھی اپنے اندر پیدا کریں اصل میں اسلاف کی یاد منانے کا واحد اور بہترین طریقہ اسلام کے نزدیک ان کی راہ پر چلنا اور ان کے طریق کو زندہ رکھنا ہے اس اعتبار سے وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ شاہ جی کے نظریات افکار اور خیالات کی نشر و اشاعت کی جائے۔ تاکہ آنے والی نسلوں کے لئے وہ مشعل راہ بنیں۔ اور نشان منزل کا کام دیں اور خود مرحوم کے لئے اجر و ثواب کا موجب ہوں۔ مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَ اَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا۔

یاد رکھئے جو قومیں بزرگوں کے طریق کو چھوڑ دیتی ہیں، بندگان الٰہی کے راستے سے منہ موڑ لیتی ہیں، اسلاف کے نقوش قدم سے بے نیاز ہو جاتی ہیں اور بزرگوں کے کارہائے نمایاں کو دل و دماغ سے محو کر دیتی ہیں — وہ کبھی دیر تک زندہ نہیں رہتیں اور صفحۂ ہستی سے یوں ہٹ جایا کرتی ہیں جیسے کہ ان کا نشان ہی نہ تھا۔

آخر میں احرار دوستوں سے میری گزارش ہے کہ وہ جماعت کو زندہ رکھیں آخر اس کا ایک ماضی ہے اس کی ایک تاریخ ہے اور اس کے کارنامے ہیں۔ جماعت کا مرنا ایک تاریخ کا مرنا ہے ایک عہد کی موت ہے اور بزرگوں کے کارناموں کو موت کے سپرد کر دینے کے مترادف ہے۔ میں نے کہیں دیکھا ہے کہ شاہ جی نے فرمایا تھا۔

"خواہ ساری دنیا مجھے چھوڑ جائے میں مجلس احرار کا علم بلند رکھوں گا۔ حتیٰ کہ جب میں مر جاؤں تو میری قبر پر بھی سرخ پھریرا لہراتا رہے گا"۔ اللہ تعالیٰ شاہ صاحب کے مقامات بلند سے بلند تر فرمائے — ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ کی نسبی اولاد بھائی عطاء المنعم البخاری، عطاء المحسن اور دیگر صاحبزادگان کو ان کا صحیح جانشین بنائے۔

غلط فہمی کا ازالہ

روزنامہ کوہستان اور روزنامہ امروز نے شیخ العصر قطب ملت حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نور اللہ مرقدہ کے وصال کے سلسلے میں شائع کردہ خبر اور نوٹ میں قطب العالم شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے زمرۂ مریدین میں شامل تحریر کیا ہے چنانچہ کئی اصحاب اس بارے میں استفسار کر رہے ہیں ان کی اطلاع کے لئے عرض کیا جاتا ہے کہ حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ، شیخ المشائخ صدیق دوراں حضرت مولانا خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوری قدس سرہ اور قطب الاقطاب ابوالحسن شاہ سید تاج محمود صاحب امروٹی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت اور انہیں سے سلسلہ قادریہ میں مجاز تھے۔ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے اگرچہ محبت و عقیدت رکھتے تھے اور حضرت رائے پوری بھی آپ سے محبت و عقیدت رکھتے تھے لیکن بیعت کا تعلق نہ تھا۔

شیخ الاسلام سید العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ کے متعلق جو کچھ ان اخبارات نے تحریر فرمایا ہے۔ اصل حقیقت اس کے برعکس ہے۔

احقر الخلائق محمد صحیح ابوعفی عنہ

خادم شیخ التفسیرؒ

بقیہ آفتاب نبوت

ہے تو پھر بھی آنحضرت کی نبوت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ ہمارے پیغمبرؐ کا اسم شریف روح القدس بھی ہے (دیکھو دلائل خیرات مطبوعہ صہ ۲۹)

مدرسہ حنفیہ تعلیم الاسلام کا سالانہ جلسہ

بتاریخ ۱۴-۱۵-۱۶ ستمبر حسب دستور سابق شان و شوکت سے منعقد ہو رہا ہے

جس میں

حضرت درخواستی مدظلہ، مولانا غوث ہزاروی مدظلہ، مولانا محمد علی صاحب جالندھری، علامہ خالد محمود، مولانا سید گل بادشاہ، شاہ نفارہ، سید حریت

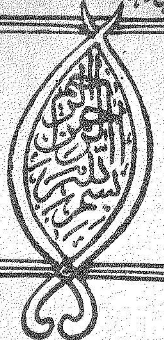
محمد مصطفےٰ

لانے کی طرف

ہو گئے۔ اور

مدرس مراد

بچوں کا صفحہ



شانِ مومن



از محمد اکرام الحق
گجرات

پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

عزیز بچو! مسلمان بحیثیت مسلمان کے دنیاوی جاہ و حشمت اور دولت و ثروت کے لیے نہیں لڑتا اور نہ ہی دنیاوی سلطنتوں کے فوجیوں کی طرح تنخواہ لینے کے عوض میدانِ جنگ میں جانے پر مجبور ہوتا ہے بلکہ وہ اپنے مالکِ حقیقی خدائے قادر و توانا کی خوشنودی اور قرب حاصل کرنے کے لیے میدانِ جہاد میں اترتا ہے اس کے پیش نظر کوئی دنیاوی منفعت نہیں ہوتی بلکہ وہ صرف خدائے واحد کی توحید کا علم بلند کرنے کے لیے اپنی جان عزیز قربان کرتا ہے۔

مردِ مومن اپنا فرض جہاد پوری ہمت اور جرأت کے ساتھ ادا کرتا ہے، وہ دشمن کی فوجی قوت سے مرعوب نہیں ہوتا اور نہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کی فتح و کامرانی محض اس کی قوت و طاقت پر ہے بلکہ وہ خدا کے فضل و کرم کی امید رکھتا ہے اور اسی کی تائید و نصرت کے بھروسہ پر لڑتا ہے۔ اگر اس کے پاس سامانِ جنگ بالکل ہی نہ ہو تو بھی وہ میدانِ جنگ سے پیچھے نہیں ہٹتا۔ چنانچہ خدائے تعالیٰ سبحانہٗ اس کو اس دولتِ یقین اور قوتِ ایمانی کی بدولت فتح و نصرت عطا فرماتا ہے اور اس کے دشمن کو اس کے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:-

ہفت کشور جس سے ہوں تسخیر بے تیغ و تفنگ
تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے
وہ سامان کیا ہے وہ یہی ذوقِ یقین ہے۔

عزیزانِ وطن! دُنیا کی کوئی قوت مردِ مومن کو فریضۂ جہاد ادا کرنے سے نہیں روک سکتی۔ جب جہاد کا وقت آ جاتا ہے۔ تو اس وقت اسے والدین کا پیار، بیوی بچوں کی محبت، شاندار مکانات کا خیال، غرض کہ دنیا کی کوئی چیز بھی اپنے فرض سے غافل نہیں کر سکتی۔ یہاں پر ایک عاشقِ توحید و رسالت کا واقعہ بیان کر دینا مناسب سمجھتا ہوں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت سعد الاسودؓ سیاہ فام اور کم رُو تھے اور اس وجہ سے ان کی شادی نہ ہو سکی۔ انھوں نے آپؐ سے عرض کیا۔ "یا رسول اللہؐ! مجھے کوئی شخص اپنی لڑکی کا رشتہ دینا پسند نہیں کرتا۔ بوجہ اس کے کہ میری شکل و صورت اچھی نہیں"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حضرت عمر بن وہب کے ہاں بھیجا کہ میری طرف سے جاکر کہو کہ وہ اپنی لڑکی کا رشتہ تیرے ساتھ کر دیں چنانچہ وہ عمر بن وہب کے ہاں گئے اور اسی طرح کہہ دیا رشتہ طے ہو گیا اور شادی کی تاریخ بھی مقرر ہو گئی۔ آپ شادی کے تحائف وغیرہ خریدنے کے لیے بازار گئے، عین اس وقت کہ آپ ایک نہایت شیریں خواب کی تعبیر کے سامان مہیا کرنے میں مصروف تھے۔ منادی کی آواز کان میں پڑی جو پکار رہا تھا

یا خیل اللہ ارکبی و بالجنۃ ابشری

(اے اللہ کے لشکریو۔ جہاد کے لیے سوار ہو جاؤ اور جنت کی بشارت پاؤ) اس آواز کا کان میں پڑنا تھا کہ شادی کے تمام ولولے یک دم سرد پڑ گئے۔ کہاں کی شادی اور کیا بیاہ؟ جہاد کے جوش نے دل میں ایک نیا ولولہ پیدا کر دیا۔ ایک نیا عزم دل میں موجزن ہوا اور اسی روپیہ سے جو شادی کا سامان خریدنے کے لیے گھر سے لے کر آئے تھے۔ تلوار، نیزہ اور گھوڑا خریدا اور مجاہدین کے لشکر میں جا کر شامل ہو گئے۔ میدانِ جنگ میں پہنچے اور بڑھ بڑھ کر دادِ شجاعت دینے لگے۔ ایک موقعہ پر گھوڑا کچھ اڑا تو تلوار ہاتھ میں لے کر نیچے اتر آئے اور شمشیر انگنی کے جوہر دکھلانے لگے حتیٰ کہ درجہ شہادت پایا اور دنیاوی دلہن سے ہم آغوش ہونے کی بجائے عروسِ شہادت سے ہم کنار ہو کر جنت ... الفردوس میں جا پہنچے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو اس مردِ مجاہد کی لاش پر تشریف لے گئے اور سر اٹھا کر گود میں رکھا۔ اور بلندیٔ درجات کی دعا فرمائی۔

برادرانِ اسلام! انصاف سے بتایئے کہ اس شجاعت اور شوقِ شہادت کی مثال دنیا کی کوئی دوسری قوم پیش کر سکتی ہے؟

پس عزیزانِ وطن! ہم دوسرے مسلمانوں کا بھی ایسا ہی کردار ہونا چاہیئے۔ جب بھی قوم پر کوئی نازک وقت آ جائے تو ہماری دولت و ثروت، ہماری تجارتیں، ہمارے مکانات غرض کہ کوئی بھی عزیز سے عزیز چیز ہمیں خدائے پاک کی راہ میں جہاد کرنے سے نہ روکے اور اگر خدا نخواستہ ہم نے فریضۂ جہاد ادا کرنے میں تساہل اور غفلت سے کام لیا تو خدا کا غضب ہم پر نازل ہو گا ہم دنیا میں ذلیل و خوار ہو جائیں گے۔ اس وقت ہم مومن نہیں فاسق ہوں گے اور یاد رکھو! فاسقوں کو خدا کبھی معاف نہیں کرتا اور انھیں کبھی بھی کامیابی و کامرانی کی طرف رہنمائی نہیں کرتا۔

عزیزانِ وطن! ہمارے اسلاف کی تاریخ میں اس قسم کی متعدد مثالیں موجود ہیں کہ دشمن بہت بڑی بڑی افواج اکٹھی کرکے اسلامی سرحدوں پر لائے دیکھیا کہ ان دنوں پاکستان کی سرحد پر ہندوستان کی ۹۵ فی صد فوج جمع ہے، لیکن چونکہ وہ لوگ ایمان و یقین کی دولت سے مالا مال تھے اس لیے دشمن کے یہ بھاری اجتماع ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔

برادرانِ اسلام! اپنے شاندار ماضی کا مطالعہ کیجئے۔ اپنے اسلاف کی تاریخ پر نظر ڈالیے تو آپ پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہ معجزات کئی بار ظہور میں آ چکے ہیں۔

عزیز ہموطنو! پاکستان وہ خطۂ پاک ہے۔ جس سے دنیائے اسلام کی شاندار امیدیں وابستہ ہیں اور ہر اسلامی ملک کی نگاہیں رہ رہ کر اس کی طرف اٹھ رہی ہیں۔ یہی وہ ملک ہے جس کے لیے مسلمانانِ عالم کی رہنمائی مقدر ہے ؎

ایڈیٹر
عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۱۶۳۳۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

فیروز سنز لمیٹڈ پریس لاہور میں زیر اہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا ۔